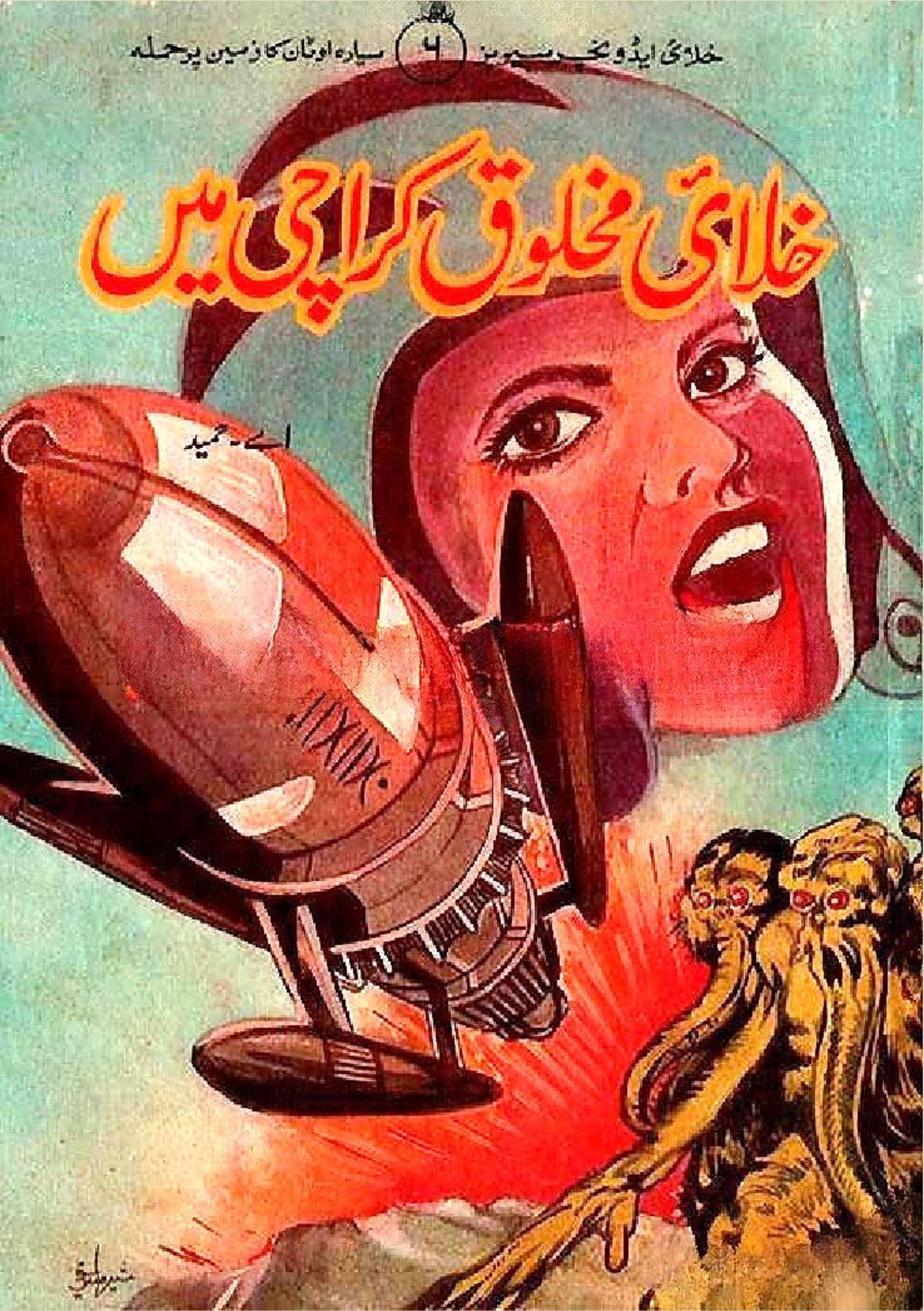

خلائی ایڈونچر سیریز ۶ سیارہ اوٹان کا زمین پر حملہ
خلائی مخلوق کراچی میں
اے۔ حمید

خلائی ایڈونچر سیریز چھٹا حصّہ

خلائی مخلوق کراچی میں

اے حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

مجلسِ ادارت

حکیم محمد سعید

مسعود احمد برکاتی

رفیع الزّماں زبیری

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۱

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیّارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوّت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بُلند مقام حاصل کرے جو اس کا مقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست، تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خُون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھر کم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیّارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج

اور سیّارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دُنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقّی اُسے دم بہ دم آ گےبڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھُپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب روز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

ویران سیّارہ، خلائی عفریت

دہشت کے مارے شیبا کی چیخ نکل گئی۔

عفریت کا سونڈ نما بازو خلائی جہاز کے شیشے سے ٹکرا کر نیچے ہو گیا تھا۔ گارشا نے دوڑ کر جہاز کا وہ بٹن دبا دیا جس سے جہاز کے باہر روشنی ہو جاتی تھی۔ پھر سب شیشے کے پاس آ کر سہمی ہوئی نظروں سے باہر تکنے لگے۔ گارشا نے اُنھیں بتایا کہ یہ اِس سیّارے کی کوئی خوف ناک مخلوق ہے جو جہاز کے

اندر آنے کی کوشش کر رہی ہے۔ سُلطانہ پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی۔ اس نے بھی خلائی عفریت کی ایک بھیانک جھلک دیکھ لی تھی۔ روشنی میں اب صرف گرتی بارش ہی نظر آ رہی تھی۔ شیبا نے ڈرتے ڈرتے کہا:

"خلائی بلا پھر حملہ کرے گی۔ وہ جہاز کو تباہ کر دے گی۔ ہمیں یہاں کسی دوسری جگہ بھاگ جانا چاہیے۔"

سُلطانہ نے جلدی سے کہا۔ "نہیں نہیں۔ یہاں ہم محفوظ ہیں۔ ہم باہر نکلے تو عفریت ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔" عمران اور گارشا شیشے کے ساتھ مُنہ لگائے بڑے غور سے باہر کی فضا دیکھ رہے تھے۔ عمران نے گردن گھما کر سُلطانہ اور شیبا سے کہا:

"اللہ کے لیے خاموش رہو۔"

گارشا آہستہ سے بولی :

"عمران! یہ وہی عفریت ہے جس نے اس خلائی جہاز کے خلابازوں کو پتھرّ بنا کر ہلاک کیا ہے۔ مجُھے اس کا یقین ہے۔"

"یہ تُم کیسے کہہ سکتی ہو؟" عمران نے پوچھا۔

گارشا کی تیز چمکیلی آنکھیں باہر گرِتی بارش میں خلائی عفریت کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ بولی :

"میں نے اپنے سیّارے کے چیف طرطوش کی زبانی ایک بار سُنا تھا کہ ہمارے قریبی نظامِ شمسی میں ایک ایسا سیّارہ بھی ہے جہاں ایک بلا رہتی ہے۔ یہ بلا کسی بھی زندہ مخلوق کو دیکھ کر اس پر ایک فرلانگ کے فاصلے پر سے اپنا سانس پھینک کر اُسے پتھرّ بنا دیتی ہے اور پھر ایک رات بعد اُس

کے پاس جاتی ہے اور اپنی سونڈ اُس کی گردن پر رکھ کر اُس کے جسم کا سارا خُون اور گوشت پی جاتی ہے۔ عمران کے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ گارشا کہہ رہی تھی:

"اگر ہم جہاز کے باہر ہوتے تو شاید ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔"

عمران بولا۔ "ہم اس عفریت کو اپنی خلائی گن سے ہلاک کر سکتے ہیں۔ گارشا! یہ کام میں کروں گا۔ میں باہر جاتا ہوں۔"

گارشا نے عمران کو بازو پکڑ کر روک لیا اور بولی:

"ابھی ہم یہاں محفوظ ہیں۔ ہمیں اس قسم کا کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں۔"

عمران نے کہا۔ "مگر یہ عفریت اپنی وزنی سونڈ مار کر ہمارے جہاز کو اُلٹ

دے گا اور یہاں سے فرار ہونے کا یہ خلائی راکٹ ہی ایک ذریعہ باقی رہ گیا ہے۔"

گارشا نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "بادلوں کے پیچھے دِن کی روشنی نمودار ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ دِن کی روشنی میں عفریت باہر نہیں نکلتا۔ اِسی لیے وہ یہاں سے باہر چلا گیا ہے ورنہ وہ اسی وقت جہاز کو تباہ کر سکتا تھا۔"

بادلوں میں صُبح کی ہلکی ہلکی روشنی ظاہر ہونے لگی تھی۔ وہ سب بیٹھ کر آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے۔ اب شیبا اور سُلطانہ بھی سنبھل سی گئی تھیں۔ گارشا نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا:

"یہ خلائی عفریت معلوم ہوتا ہے کہ صرف رات کے وقت حملہ کرتا ہے۔ کسی وجہ سے یہ دِن کی روشنی میں باہر نہیں نکلتا۔ یہ میرا اندازہ

ہے۔ ہو سکتا ہے حقیقت ایسی نہ ہو۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمیں اگر اپنے اس خلائی راکٹ کو بچانا ہے تو اس عفریت کو ہر قیمت پر ہلاک کرنا ہو گا۔"

عمران بولا۔ "اِس مُہم پر میں جاؤں گا۔ تُم تینوں جہاز میں ہی رہو گی۔"

گارشا نے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ اِس لیے کہ میں ایک خلائی مخلوق ہوں اور مُجھے کئی ایسی باتوں کا پتا ہے جن سے تُم لوگ بے خبر ہو۔ اس لیے میرا تمہارے ساتھ جانا بہت ضروری ہے۔"

شیبا نہیں چاہتی تھی کہ اس کا بھائی عمران اس خطرناک اور جان لیوا مُہم پر جائے، مگر وہ اس خواہش کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اگر اظہار بھی کرتی تو خوب جانتی تھی کہ عمران ایک بہادر لڑکا ہے اور پھر اُسے اللہ پر بھروسا ہے۔ وہ پیچھے نہیں ہٹے گا۔ سُلطانہ نے مشورہ دیا کہ تُم لوگ خلائی پستول

ساتھ لے کر جاؤ گے۔ گارشا بولی:

"خلائی پستول ہمارے پاس ہوں گے۔ میں دِن کی روشنی پوری طرح نکلنے کا انتظار کر رہی ہوں۔"

بارش رُک گئی تھی۔ بجلی بھی نہیں چمک رہی تھی۔ آسمان بادلوں سے اُسی طرح بھرا ہوا تھا، مگر اب چاروں طرف دِن کی روشنی پھیل گئی تھی۔ گارشا نے ایک بار پھر شیشے میں سے باہر دیکھا۔ پھر عقبی شیشے میں سے دیکھا۔ خلائی عفریت وہاں کہیں بھی نہیں تھا۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا اور چلنے کا اشارہ کیا۔ گارشا نے آگے بڑھ کر خلائی جہاز کا دروازہ کھول دیا۔ گیلی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اندر آیا۔ آگے آگے گارشا تھی پیچھے پیچھے عمران تھا۔ ہاتھوں میں خلائی پستول تھامے، چاروں طرف دیکھتے دونوں خلائی جہاز کی سیڑھی اُتر کر نیچے آ گئے۔ اُنہیں شک تھا کہ خلائی عفریت کہیں قریب ہی

نہ چھُپا ہوا ہو۔ وہ جہاز کے چاروں طرف گھوم گئے۔ عفریت وہاں نہیں تھا۔ گیلی زمین کی طرف گارشا نے اشارہ کیا۔ وہاں عفریت کے پاؤں کے نشان پڑے تھے۔ یہ نشان ہاتھی کے پاؤں کے نشانوں سے ملتے جلتے تھے۔ عمران بولا :

"یہ نشان سامنے والے ٹیلے کی طرف جا رہے ہیں۔"

گارشا نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر عمران کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور دبے پاؤں سامنے والے ٹیلے کی طرف بڑھی۔ عمران دائیں بائیں ہوشیاری سے دیکھتا پیچھے چلا۔ سویرا ہو گیا تھا۔ سورج کالے بادلوں کے پیچھے تھا، مگر دِن کی روشنی بادلوں سے چھن کر چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ ٹیلے کی زمین پتھرّیلی تھی۔ وہاں جا کر عفریت کے پاؤں کے نشان غائب ہو گئے۔ گارشا نے عمران کے کان کے قریب مُنہ لا کر کہا :

"ہم ٹیلے کے پیچھے والی جھونپڑیوں کی طرف جائیں گے۔"

جوں ہی وہ ٹیلے کی ڈھلان پر آئے اُنہیں خلائی عفریت کی رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز سُنائی دی۔ گارشا عمران کا بازو پکڑ کر وہیں پتھریلی زمین پر بیٹھ گئی۔ اُن کی آنکھیں جھونپڑی کی طرف لگی تھیں۔ یہ وہی جھونپڑی تھی جہاں وائرلیس سیٹ کے پاس خلا باز کی لاش لڑھکی پڑی تھی۔ باہر مُردہ خلا باز اسی طرح زمین پر تھوڑا سا جھُکا کھڑا تھا۔ عمران نے آہستہ سے کہا:

"خلائی عفریت جھونپڑی کے اندر ہے۔"

گارشا نے جواب دیا۔ "جب تک میں فائر نہ کروں تُم فائر نہ کرنا۔"

خلائی عفریت کے ڈکارنے کی آواز پھر بُلند ہوئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے خلائی عفریت جھونپڑی کے اندر خلا باز کی لاش کا خُون پی رہا ہے۔ جھونپڑی کے اندر خلائی عفریت ایسا ہی کر رہا تھا۔ مُردہ خلا باز کے جسم کا



خُون اور گوشت جم کر ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ خلائی عفریت نے اپنی لمبی سیاہ سونڈ اس کی طرف بڑھا کر اُس پر اپنا گرم سانس پھینکا۔ مُردہ لاش کا خُون اور گوشت گرم ہو کر نرم ہو گیا۔ اِس کے ساتھ ہی خلائی عفریت نے اپنی سونڈ خلا باز کی گردن سے لگا دی اور اُس کا خُون اور پگھلا ہوا گوشت پانی کی طرح پینا شروع کر دیا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد عفریت سونڈ ہٹا کر حلق سے ڈکار کی زبردست آواز نکالتا تھا۔ ایک منٹ کے اندر اندر خلا باز کی لاش کا سارا گوشت عفریت کے پیٹ میں جا چکا تھا اور وہاں اب صرف ہڈّیوں کا ڈھانچہ ہی رہ گیا تھا۔

ٹیلے کی ڈھلان پر بھوری جھاڑیوں کی اوٹ میں چھُپے عمران اور گارشا ٹکٹکی باندھے جھونپڑی کو تک رہے تھے۔ پھر اُنھوں نے جھونپڑی کے اندر سے خلائی عفریت کو باہر نکلتے دیکھا جس کا جسم ہاتھی کی طرح تھا۔ سونڈ

ہاتھی سے بھی زیادہ لمبی تھی۔ سارے جسم پر کانٹوں کی طرح بال اُگے ہوئے تھے۔ پھولا ہوا پیٹ زمین کو چھُو رہا تھا۔ گول گول بڑی بڑی لال آنکھوں کے نیچے ناک کی جگہ ایک چھوٹا سا گُنبد اُبھرا ہوا تھا جس میں سوراخ تھا۔ اِس سوراخ میں سے بھاپ خارج ہو رہی تھی۔ خلائی عفریت اپنی لمبی سونڈ کو لہراتا دوسرے خلا باز کی لاش کی طرف بڑھا۔ عمران سرگوشی کرنے لگا تھا کہ گارشا نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ خلائی عفریت نے جھُکے ہوئے خلا باز کی لاش کے پاس جا کر اُسے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ پھر سونڈ اٹھا کر حلق سے بھی خوف ناک سسکار بلکہ پھنکار کی آواز نکالی اور ایک پھنکار خلا باز کی لاش پر پھینکی۔ اِس گرم پھنکار کے دباؤ سے خلا باز کی لاش اپنی جگہ سے ہل گئی مگر گِری نہیں۔ عفریت نے اِس کے فوراً بعد اپنی سونڈ اُس خلا باز کی گردن سے لگا دی اور زور سے اندر کو

سانس کھینچا۔ لاش پر لرزا سا طاری ہوا۔ عفریت بڑی تیزی سے خلا باز کا خُون اور پگھلا ہوا گوشت پی رہا تھا۔ ایک منٹ بعد خلا باز کی لاش ہڈّیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی۔ یہ لرزا دینے والا منظر عمران اور گارشا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

دوسرے خلا باز کی لاش کا خُون اور گوشت پی لینے کے بعد خلائی عفریت نے اپنی سونڈ کو چاروں طرف اِس طرح کھایا جیسے ہوا سُونگھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ گارشا نے اپنا سر زمین کے ساتھ لگا دیا۔ عمران نے بھی ایسا ہی کیا۔ خلائی عفریت نے ایک خاص بُو سونگھ لی تھی۔ اچانک عفریت کی سونڈ کا رُخ گارشا اور عمران کی طرف ہو گیا۔ سونڈ فضا میں اُسی جگہ رُک گئی۔ عفریت نے ایک بھیانک آواز حلق سے نکالی اور اپنے سونڈ ایسے بازوؤں کو تیزی اور بے چینی سے لہرانا عمران اور گارشا کی طرف بڑھا۔

گارشا نے لیٹے لیٹے عمران سے کہا۔

"دائیں جانب کھِسک کراِس کا نشانہ لواور میرے فائر کا انتظار کرنا۔"

عمران وہیں لیٹے لیٹے دو تین قلا بازیاں لگا کر دائیں جانب چٹّانی پتھرّوں کے پیچھے ہو گیا۔ خلائی عفریت نے گارشا کو دیکھ لیا تھا۔ وہ چیختا چنگھاڑتا، ڈکارتا بھیانک آوازیں نکالتا گارشا کی طرف بھاگا چلا آرہا تھا۔ جب وہ گارشا کی خلائی گن کی زد میں آیا تواُس نے فائر کر دیا۔ اس سے پہلے خلائی عفریت نے اپنا سانس ایک پھوار کی شکل میں گارشا پر پھینکا تھا۔ گارشا سمجھ گئی تھی کہ عفریت کے سانس کی پھوار اُسے پتھرّ بنا سکتی تھی چناں چہ وہ اُچھل کر دوسری طرف ہو گئی تھی اور وہیں سے اُس نے لیزر پستول کا فائر کھول دیا تھا۔ پستول میں سے لیزر کی سُرخ شُعاع نکل کر عفریت کی سونڈ پر پڑی۔ ایک دھماکہ ہوا اور عفریت کی سونڈ کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ دوسری طرف

سے عمران نے بھی عفریت پر فائر کر دیا۔ اس کا فائر عفریت کے پھولے ہوئے پیٹ پر پڑا اور پیٹ ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ وہ جھٹکا کھا کر زمین پر ِگر پڑا۔ گارشا اُٹھ کھڑی ہوئی اور فائر کرنے لگی۔ عمران بھی پتھرّوں کی اوٹ سے نکل آیا اور عفریت پر اُوپر تلے فائر کرنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے خلائی عفریت کا جسم آگ کا گولا بن کر بھڑک اُٹھا۔

گارشا نے فائر روک دیا۔ عمران اُس کے پاس آ گیا۔ خلائی عفریت کے جلتے ہوئے جسم میں سے ابھی تک ڈکاروں جیسی آوازیں بُلند ہو رہی تھیں۔ آگ کے شُعلوں کا رنگ کبھی نیلا ہو جاتا اور کبھی سُرخ۔ چاروں طرف ایک عجیب سی تیز بُو پھیل گئی تھی۔ گارشا نے عمران کا بازو پکڑا اور دوڑ کر عفریت کے پیچھے چٹّان کے پاس آ گئی۔ جب شُعلے نکلنے بند ہو گئے تو گارشا آہستہ آہستہ عفریت کی جلی ہوئی بھسم شدہ وہاں لاش کے پاس آ

گئی۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔

خلائی عفریت کی لاش کی جگہ وہاں سیاہ کیچڑ کا ڈھیر پڑا تھا۔ اُس کیچڑ میں سے بُلبُلے اور بھاپ اُٹھ رہی تھی۔ گارشا نے ایک اور فائر کیا۔ لیزر کی شعاع کے پڑتے ہی گرم اُبلتے کیچڑ میں سے ایک چیخ نما آواز بُلند ہوئی اور پھر کیچڑ پتھرّ بن گیا۔ اِس پتھرّ سے نسواری رنگ کا دھواں اُٹھ رہا تھا۔ گارشا نے کہا :

"بلا کا خاتمہ ہو گیا ہے۔"

"کہیں یہ پھر زندہ تو نہیں ہو جائے گی گارشا؟" عمران نے خدشے کا اظہار کیا۔

گارشا بولی۔ "نہیں۔ اب یہ زندہ نہیں ہو گی اس کے جسم کے آخری ایٹم بھی جل کر کاربن بن گئے ہیں۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔" وہ واپس خلائی جہاز

میں آئے تو عفریت کے ہلاک کر دیے جانے کی خبر سُن کر شیبا اور سُلطانہ کے چہروں پر خُوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سُلطانہ نے کہا :

"مُجھے ڈر ہے کہ اس سیّارے پر اس جیسی کوئی دوسری بلا بھی ضرور ہو گی۔"

گارشا کاک پٹ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی :

"اس بات کا امکان ہے۔ کیوں کہ اگر ایک عفریت اِس سیّارے پر موجود ہے تو اس جیسے دوسرے عفریت بھی موجود ہو سکتے ہیں۔"

شیبا نے جلدی سے کہا :

"تب تو ہمیں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

گارشا نے کہا۔ "جب تک راکٹ کا پاور سپلائی سسٹم درست نہیں ہو

جا تا ہم یہاں سے ایک انچ بھی آگے نہیں جا سکتے۔"

عمران گارشا کے پاس بیٹھا اُسے مشینری کی مرمّت کرتے دیکھ رہا تھا۔ شیبا اور سُلطانہ برتھ پر خاموش بیٹھی تھیں۔ شیبا نے اُٹھ کر کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھا۔ سُلطانہ نے پوچھا:

"کیا دیکھ رہی ہو؟"

شیبا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

"کُچھ نہیں۔ میں دیکھ رہی تھی کہیں دوسرا عفریت تو ادھر حملہ کرنے نہیں آ رہا۔"

باہر آسمان پر کالے بادل چھائے ہوئے تھے، مگر بارش نہیں ہو رہی تھی۔ فضا بوجھل اور بھاری بھاری تھی۔ ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔ اس

طرح ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اِن سب نے خوراک کی ایک ایک گولی نکال کر کھائی۔ شیبا اور سُلطانہ اپنی اپنی برتھ پر آرام کے لیے لیٹ گئیں۔ وہ اور کیا کر سکتی تھیں۔ گارشا مشینری پر کام کر رہی تھی۔ عمران اس کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے دھیمی آواز میں پوچھا :

"گارشا! کیا اس مُردہ مشین میں جان پڑنے کی کوئی اُمّید ہے؟"

گارشا کا چہرہ سنجیدہ تھا وہ ایک سفید تار کو نیلی تار سے جوڑتے ہوئے بولی :

"اُمید تو نہیں ہے، مگر ہمیں اُمید پیدا کرنی ہوگی۔ اِس جہاز کو چلانا ہوگا۔ دوسری صورت میں ہمارے پاس خوراک کی جو گولیاں ہیں وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ چھ مہینے تک زندہ رکھ سکتی ہیں وہ بھی اس صورت خوں خوار بلا جہاز پر حملہ نہ کرے جس کی اُمّید کم ہے۔"

عمران نے گردن گھُما کر شیبا اور سُلطانہ کی طرف دیکھا۔ وہ رات بھر کی جاگی تھیں گہری نیند سو رہی تھیں۔ عمران کاک پٹ سے سے اُٹھ کر جہاز کے عقبی کمرے میں آ گیا جہاں دیواروں کے ساتھ عجیب و غریب قسم کی مشینیں فٹ تھیں۔ وہ دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور پھر سجدے میں گر کر اللہ پاک سے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی اور واپس اپنے وطن پاکستان اور اپنی پیاری زمین پر پہنچنے کی دُعا مانگی۔ پھر وہ گارشا کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ گارشا نے پوچھا۔ "کہاں چلے گئے تھے؟"

عمران بولا۔ "میں اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا مانگنے گیا تھا۔"

گارشا ایک لمحے کے لیے خاموش رہی پھر ایک اُلجھی ہوئی باریک سُرخ تار کو گُچھّے میں سے باہر نکالتے ہوئے بولی:

"ہمارے سیّارے اوٹان پر دُعا مانگنا کوئی نہیں جانتا۔ مجُھے بھی معلوم نہیں

کہ دُعا کیا ہوتی ہے، مگر ہمارے ایک بزرگ بتایا کرتے تھے کہ اُنھوں نے اپنے ایک بزرگ سے سُنا تھا کہ اس کائنات کو تخلیق کرنے والا ایک خالق موجود ہے جو پریشان لوگوں کی دُعا سنتا ہے۔"

عمران نے کہا۔ "ہمارا تو ایمان ہے گارشا کہ اللہ پاک کی ذات برحق ہے اور وہ اپنے بندوں کی دُعا ضرور قبول کرتا ہے۔"

گارشا نے گردن گھُما کر عمران کی طرف دیکھا اور بولی:

"عمران! مُجھے تمہارا مذہب سچّا مذہب لگتا ہے۔ مُجھے تمہارے دین سے محبّت ہو گئی ہے۔"

عمران کا چہرہ خُوشی سے چمکنے لگا۔

"گارشا! اسلام اللہ کا دین ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا

ہے۔ اگر ہم اپنی زمین پر پہنچ گئے تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ اسلام کیا ہے۔"

"ضرور عمران! بشرطیکہ ہم زمین پر پہنچنے میں کام یاب ہو گئے تو!"

گارشا نے مُسکرا کر کہا۔ عمران نے بڑے اعتماد سے کہا:

"انشاء اللہ ہم زمین پر پہنچنے میں کام یاب ہو جائیں گے۔"

عین اُس وقت باہر سے عجیب و غریب ڈراؤنی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ اِن آوازوں نے شیبا اور سُلطانہ کو بھی جگا دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھیں۔

"یہ کیسی آوازیں ہیں عمران؟" شیبا نے گھبراہٹ میں پوچھا۔

وہ سب بھاگ کر جہاز کی دیوار کے گول شیشے کے پاس آ گئے۔ ایک بار تو ان سب کے رنگ اُڑ گئے۔ کیوں کہ اُنھوں نے جہاز کے باہر جو کُچھ دیکھا وہ

اُنھیں خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس بارہ خلائی عفریت چٹّانوں میں سے نکل کر ان کے جہاز کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ عجیب عجیب ڈراؤنی آوازیں نکال رہے تھے۔ شیبا اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کے ہونٹ خُشک ہو گئے۔ کہنے لگی :

اب ہماری موت یقینی ہے۔

گارشا دوڑ کر کاک پٹ میں آگئی۔ اس نے پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ اتنے میں خلائی عفریتوں کا بھیانک جلوس خلائی جہاز کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ اپنی سونڈوں کو دیوانہ وار ہلا رہے تھے، چیخ رہے تھے، چنگھاڑ رہے تھے اور جہاز پر اپنے سانس کی پھوار پھینک رہے تھے۔ سُلطانہ بھی سہم کر نیچے ہو گئی۔ عمران پلک کر گارشا کے پاس آیا :

”گارشا! ابھی اُنھوں نے جہاز پر حملہ نہیں کیا ہے۔ حملہ کر دیا تو جہاز کو تہس

نہس کر دیں گے۔"

گارشا نے غُصّے سے کہا :

"خاموش رہو۔ مُجھے کام کرنے دو۔"

گارشا کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے تھے۔ وہ پاگلوں کی طرح مشینری میں اِدھر اُدھر ہاتھ چلا رہی تھی۔ اِسی دوران دو خلائی عفریت آگے بڑھے اور جہاز کی سیڑھی کے پاس آ گئے۔ اُن کی سونڈوں کا رُخ اُوپر کی طرف تھا۔ وہ ڈکار رہے تھے، پھنکار رہے نے ایک ہی بار زور سے جہاز کی سیڑھی کو اپنی سونڈیں دے ماریں۔ جہاز کی مضبُوط ترین سیڑھی ٹوٹ کر نیچے گر پڑی۔ جہاز کو جھٹکا لگا۔ شیبا کی چیخ نکل گئی۔

عمران نے کہا :

"میں فائر کرنے لگا ہوں۔"

گارشا چِلّائی :

"یہ حماقت نہ کرنا۔ باہر عفریتوں کے خطرناک سانس کے ذرّات پھیلے ہوئے ہیں۔ کھڑکی کھولی تو یہ گیس کی شکل میں اندر آکر ہم سب کو پتھرّ بنا دیں گے۔"

عمران کا ہاتھ پستول پر جا کر رُک گیا۔ جہاز کو دھکّے لگ رہے تھے۔ کیوں کہ دونوں عفریت جہاز کی بڑی بڑی فولادی ٹانگوں پر اپنی سونڈوں کے مگدر مار رہے تھے۔ خلائی جہاز کے تین پاؤں تھے جو مضبُوط ترین دھات کے بنے ہوئے تھے اور زمین کو اُنھوں نے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا مگر عفریتوں کی سونڈوں کی ضربوں سے خلائی جہاز پر لرزہ طاری تھا۔

اب دوسرے عفریت بھی وہاں آ گئے۔ اُنھوں نے جہاز کی فولادی ٹانگوں پر حملہ کر دیا۔ وہ اُنھیں اُکھاڑنے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ شیبا کی گھِگھّی بندھ گئی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے ہاتھ جوڑے اللہ سے دُعا مانگ رہی تھی۔ ڈاکٹر سُلطانہ کا بھی یہی حال تھا۔ اُنھیں موت اپنے سامنے کھڑی نظر آ رہی تھی۔ اندر سے عمران بھی خوف کھا گیا تھا۔ کیوں کہ ظاہری طور پر بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ جہاز اُڑ نہیں سکتا تھا۔ اُس کی مشین ابھی تک بے جان تھی۔ لیکن گارشا سب حالات سے بے نیاز ہو کر اپنے کام میں لگی تھی۔

درجن بھر عفریتوں کے حملے سے خلائی جہاز کا ایک پاؤں اپنی جگہ سے اُکھڑنا شروع ہو گیا تھا۔ جہاز جوں ہی ایک طرف کو ذرا سا جھُکا۔ شیبا کے مُنہ سے ایک بار پھر چیخ نکل گئی۔

عمران نے گارشا سے کہا :

"گارشا! موت تو اب ہر شکل میں آنی ہی ہے۔ میں دروازہ کھول کر فائر کرنے لگا ہوں۔"

گارشا نے غصّیلی آواز میں کہا :

"خبردار! ایسا مت کرنا۔"

اور گارشا کو ایک سنسناہٹ سی سُنائی دی۔ یہ سنسناہٹ مشین کے اندر سے نکل رہی تھی۔ گارشا خُوشی سے اُچھل پڑی۔ اس نے ایک چمکیلے ہینڈل کو نیچے گِرا دیا۔ ہینڈل کے نیچے گِرتے ہی انجن میں جان پڑ گئی۔ اور مشین چل پڑی۔ شیبا، سُلطانہ اور عمران پینل کے پاس آ گئے۔

راکٹ فائر ہو گئے

عفریتوں کے حملے میں بھی شدّت آ گئی تھی۔

خلائی جہاز کا دوسرا فولادی پاؤں بھی اپنی جگہ سے اُکھڑنا شروع ہو گیا تھا۔ گارشا کے دونوں ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔ کبھی وہ ایک بٹن کو دباتی کبھی دوسرے بٹن کو دباتی۔ جہاز کو ایسے جھٹکے لگنے لگے جیسے زبردست زلزلہ آگیا ہو۔ پھر گارشا نے ایک اسٹک کو پیچھے کیا تو جہاز کے نیچے جو راکٹ

لگے تھے اُن میں سے دھماکے کے ساتھ گیس کے شُعلے باہر کو لپکے۔ تین عفریت اِن شعلوں کی زد میں آکر وہیں بھسم ہو گئے۔ باقی ڈر کر پیچھے کو دوڑے۔ خلائی جہاز اب آہستہ آہستہ اُوپر اُٹھ رہا تھا۔ شیبا اور سُلطانہ کے چہروں پر زندگی کی رونق واپس آگئی تھی۔ سُلطانہ تو اللہ کا بار بار شکر ادا کر رہی تھی۔ گارشا کا چہرہ سخت ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ چھوٹی سی اسٹک کو دبائے ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ ایک نیلے بٹن کو دبائے ہوئے تھی۔ خلائی جہاز سیّارے کی پتھرّیلی زمین سے دیکھتے دیکھتے دس پندرہ ہیں پچاس فیٹ اونچا ہو گیا۔ پھر وہ ایک خاص رفتار سے فضا میں اُوپر ہی اُوپر اُٹھتا چلا گیا۔ اِس کے بعد اُس کی رفتار میں تیزی آگئی۔

گارشا نے چلا کر کہا:



"فرش پر اوندھے لیٹ کر ایک دوسرے کے بازو پکڑ لو۔ میں جہاز کے باقی دو راکٹ فائر کرنے لگی ہوں۔"

سب انجن روم کے فرش پر اوندھے لیٹ گئے اور ایک دوسرے کے بازوؤں کو مضبُوطی سے پکڑے رہے۔ گارشا نے اپنے آپ کو کاک پٹ کی سیٹ سے باندھ رکھا تھا۔ خلائی جہاز اُوپر ہی اُوپر جا رہا تھا، مگر ابھی اس کی رفتار اتنی زیادہ نہیں تھی۔ سامنے چھوٹی اسکرین پر سیّارے کی زمین نیچے ہوتی صاف نظر آ رہی تھی۔ گارشا نے بُلند آواز سے کہا:

"چار۔۔۔۔ تین۔۔۔۔ دو۔۔۔۔ ایک۔"

اِس کے ساتھ ہی گارشا نے ایک سُرخ بٹن کو دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی خلائی جہاز کے باقی دونوں راکٹ بھی فائر ہو گئے۔ جہاز کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ شیبا، سُلطانہ اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اُنہیں اُوپر سے

کوئی بھاری وزن ڈال کر نیچے دبا رہا ہے۔ یہ خلائی جہاز کی اِس وقت کی رفتار کی وجہ سے تھا۔ اِس وقت خلائی جہاز کے چاروں راکٹ آگ اُگل رہے تھے اور جہاز کی رفتار بے پناہ تیز ہو گئی تھی۔ گارشا کو معلوم تھا کہ وہ اِس رفتار کے ساتھ سیّارے کی فضا کو چیر کر خلا میں نکل سکے گی۔

کسی بھی سیّارے کی گردش کی وجہ سے اُس کی فضا اور خلا کے درمیان ایک خاص حلقہ بن گیا ہوتا ہے۔ اِس حلقے کو راکٹ یا خلائی جہاز انتہائی تیز رفتاری سے پار کرتا ہے اور یہ حلقہ عبُور کرتے وقت ایک بھیانک دھماکہ ہوتا ہے۔ یہ ساری باتیں گارشا کے علاوہ سُلطانہ کو بھی معلوم تھیں۔ اِسی لیے اُنھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے دی تھیں، لیکن خلائی جہاز میں ہوا کا دباؤ اور کششِ ثقل کو برقرار رکھنے والی شُعاعیں اُن کی مدد کر رہی تھیں۔ گارشا کی حالت دیکھنے والی تھی۔ اُس کے چہرے کی ساری رگیں

اُبھر آئی تھیں۔ وہ نشست کے پیچھے لگ کر بیٹھی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ آلات پر تھے۔ آنکھیں مشین کی اسکرین پر لگی تھیں۔ سیّارے کی زمین بڑی تیزی سے نیچے ہو رہی تھی اور اُس کا سائز کم ہو رہا تھا۔ جوں ہی سیّارے کا پورا گولا نظر آنے لگا گارشا نے الرٹ رہنے کا سُرخ سگنل دے دیا۔ اب اُس کے جہاز کو سیّارے کا حلقۂ کشش پار کرنا تھا۔ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ مگر خلائی لڑکی گارشا ایسے مرحلوں سے کئی بار گُزر چکی تھی۔ اُس نے ایک خاص حد تک پہنچنے کے بعد سُرخ بٹن پر زور سے اُنگلی مار دی۔

جہاز ایسے جھنجھنایا جیسے ابھی اس کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔ شیبا، سُلطانہ اور عمران کے چہروں کی رگیں تن گئیں۔ پھر خلائی جہاز کے باہر ایک قیامت خیز دھماکا ہوا۔ اس دھماکے کی آدھی سے بھی کم آواز جہاز میں آئی

تھی۔ اس کے باوجود شیبا اور عمران کو یوں لگا جیسے ان کا جہاز پھٹ گیا ہے، لیکن یہ سب کُچھ چند سیکنڈ میں ختم ہو گیا تھا۔ جہاز پر ایک سکوت اور خاموشی چھا گئی۔ گارشا نے گہرا سانس لیا اور اپنی پیٹی کھول دی۔ وہ رومال سے چہرے پر آیا ہوا پسینا صاف کرتے ہوئے بولی۔

"سب ٹھیک ہو گیا ہے۔ تُم لوگ فرش پر سے اُٹھ سکتے ہو۔"

شیبا، سُلطانہ اور عمران اُٹھ کر گارشا کے پاس آ گئے۔ وہ سب گارشا کی اِس کام یابی اور مہارت پر اس کی تعریفیں کرنے لگے۔

گارشا مُسکرائی: "اس میں تعریف کی کون سی بات ہے؟ میں نے جیسا کہ سے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ خلائی جہاز کسی ایسی خلائی مخلوق کا ہے جو ابھی سائنس کی ترقّی کے ابتدائی مراحل میں ہی ہے۔ یعنی اُس نے خلائی سائنس میں اتنی ترقّی نہیں کی وگرنہ سیّارے کے کشش کے حلقے کو پار کرتے ہوئے

یہ دھماکا نہ ہوتا اور جہاز کو بھی اتنے شدید جھٹکے نہ لگتے۔"

سُلطانہ بولی :

"اللہ کا شکر ہے کہ تُم اِس پرانی وضع کے جہاز کو بھی جہنّم سے نکال لانے میں کامیاب ہوگئیں۔ تُم گریٹ ہو گارشا۔"

سب نے تالیاں بجا کر گارشا کو مبارک باد دی۔ عمران کی نظریں اسکرین پر تھیں جہاں عفریتوں والا سیّارہ اب ٹینس کے ایک گیند کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ شیبا نے پوچھا :

"گارشا! اِس وقت ہمارے جہاز کی رفتار کتنی ہوگی ؟"

گارشا نے بائیں جانب لگے چھوٹے کمپیوٹر کی سبز اسکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا :

"تُم تو کمپیوٹر سائنس کو سمجھتی ہو۔ خود دیکھ لو۔ اِس وقت لوگ تمہاری زمین کے حساب سے چار لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے خلا میں سفر کر رہے ہیں۔"

"مگر ہم جا کِدھر رہے ہیں؟" عمران نے تشویش کے ساتھ پوچھا۔

سُلطانہ بولی:

"ہاں! یہ سوال بڑا اہم ہے۔ کیا ہمارا رُخ ہماری زمین کی طرف ہے؟"

شیبا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

وہ سب گارشا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گارشا ایلو مینیم کے ایک چارٹ کو غور سے تک رہی تھی۔ کہنے لگی:

"اِس خلائی شٹل کا کمپیوٹر نظام اتنا جدید اور ترقّی یافتہ نہیں ہے کہ میں یہ معلوم

کر سکوں کہ اِس وقت ہماری زمین خلا میں کس سمت کو ہے۔ یہ چارٹ مُجھے صرف آنا بتا رہا ہے کہ ہم خلا میں ابھی تک کسی سیّارے کے حلقۂ کشش کی طرف نہیں جا رہے ہیں۔"

سُلطانہ نے کہا :

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم خلا میں بھٹکتے پھر رہے ہیں اور نہ جانے کب تک بھٹکتے پھریں گے۔"

گارشا نے سُلطانہ کی طرف دیکھا اور بولی :

"ہم زیادہ دِن خلا میں بھٹکنے کے قابل بھی نہیں ہیں سلطانہ! تُم بھول گئی ہو کہ ہمارے پاس صرف چند مہینوں کی خوراک کی گولیاں ہیں۔"

گارشا نے حالات کا ایک اور بھیانک رُخ دکھا دیا تھا۔ عمران خاموش رہا۔

وہ گارشا کی طبعیت سے واقف تھا کہ وہ سائنسی ذہن کی لڑکی ہے اور حقیقت کو ہمیشہ سامنے رکھتی ہے۔ جذبات کا اُس کے ہاں زیادہ عمل دخل نہیں تھا۔ سُلطانہ کا چہرہ اُتر سا گیا۔ شیبا پہلے ہی پریشان تھی۔ یہ سُن کر زمین کی سمت معلوم نہیں تو اور بھی مایوس ہو گئی۔ مگر عمران نے حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ اس نے گارشا سے پوچھا :

"کیا خلا میں کوئی سمت نہیں ہے، میرا مطلب ہے اس کا شمال جنوب، مشرق مغرب نہیں؟"

گارشا کے چہرے پر ہلکی سی مُسکراہٹ آئی۔ کہنے لگی :

"یہ ساری سمتیں تُم زمین والوں کی سہولت کے لیے ہیں۔ اور اُن کی خاص وجہ بھی تمہاری زمین کے قطبین اور اُن کی مقناطیسی کشش ہے۔ ہم خلا میں ہیں اور خلا میں کوئی سمت نہیں ہوتی۔ جو اُلٹا ہے وہی سیدھا بھی ہے۔ جو

مشرق ہے وہی مغرب بھی ہے اور جو شمال ہے وہ جنوب بھی ہے۔"

شیبا کا دماغ چکّر کھا گیا۔ اُس نے برتھ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُس نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا۔ سُلطانہ بھی چُپ ہو گئ تھی۔ عمران مُسکرا کر بولا:

"یہ تو ہمارے لیے ایک بالکل نیا تجربہ ہے گارشا! مُجھے تو خُوشی ہو رہی ہے۔"

گارشا نے عمران کی طرف نگاہیں اُٹھا کر دیکھا اور آہستہ سے کہا:

"عمران! اِسی لیے مُجھے تمہارا دین بڑا اچھّا لگتا ہے کہ وہ انسان کو مایوسی سے دُور لے جاتا ہے جیسے کہ تُم اِس وقت بھی نا اُمّید نہیں ہو۔"

عمران کا چہرہ ایمان کی روشنی سے چمک اُٹھا۔ بولا:

"گارشا! زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کو ہمیشہ اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور اُس کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہی میرا ایمان ہے۔"

اچانک جہاز کو ایک ہلکا سا دھچکا لگا۔ شیبا اور سُلطانہ نے سہم کر آنکھیں کھول دیں۔ عمران نے گارشا سے پوچھا۔

"یہ دھچکا کیسا تھا؟"

گارشا کی تیز اور ذہین آنکھیں سامنے چھوٹی سبز اسکرین پر لگی ہوئی تھیں۔ جہاں خلا کی وُسعتوں میں روشنی کا ایک دائرہ دکھائی دینے لگا تھا۔ یہ بہت چھوٹا سا دائرہ تھا۔ گارشا نے کہا:

"ہمارا جہاز کسی سیّارے کے کشش کے دائرے میں داخل ہونے والا

ہے۔

شیبا اور سُلطانہ اُٹھ کر اسکرین کو تکنے لگیں۔ روشنی کا دائرہ آہستہ آہستہ بڑا ہو رہا تھا۔ عمران نے سوال کیا۔

"کیا ہم اس کے حلقۂ کشش میں ہیں؟"

گارشا بولی:

"نہیں۔ ابھی ہم اُس کی مقناطیسی فضا سے کروڑوں میل دور ہیں مگر اُس کی فضا کی مقناطیسی شُعاعیں ہمیں اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔"

"کیا ہم اُس سے بچ نہیں سکتے؟" سُلطانہ نے تشویش کے ساتھ پوچھا۔

گارشا کی نظریں اسکرین پر لگی تھیں۔ بولی:

"نہیں سلطانہ! مُجھے افسوس ہے کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ جہاز میرے اختیار میں نہیں رہا۔"

جہاز کی رفتار تیز سے تیز تر ہونے لگی تھی۔ سفید دائرے والے سیّارے کی کشش میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہو رہا تھا۔ کُچھ وقت گزرنے کے بعد سفید سیّارے کا رنگ نیلا اور سبز ہونے لگا۔ گارشا اسکرین پر اِس رنگ بدلتے سیّارے کو تک رہی تھی۔ اُس نے کہا:

"نیلے اور سبز رنگ کا مطلب یہ ہے کہ اس سیّارے پر جھیلیں، سمندر، دریا اور جنگل بھی ہیں اور یہ ستارہ آباد ہو گا۔ اِس کے ایک طرف روشنی اور ایک طرف اندھیرا ہے۔ یہاں دِن رات بھی ہیں اور ایک سورج ہے جس کے گرد یہ سیّارہ تمہاری زمین کی طرح گردش کرتا ہے۔"

عمران، شیبا اور سُلطانہ بھی بڑے غور سے سیّارے کو رنگ بدلتے دیکھ

رہی تھی۔ گارشا نے اعلان کیا کہ خلائی جہاز اِس سیّارے کے حلقۂ کشش میں داخل ہونے والا ہے۔ عمران، شیبا اور سُلطانہ فرش پر اوندھے لیٹ گئے اور ایک دوسرے کے بازوؤں کو پکڑ لیا۔ پھر جہاز کو ایک دھچکا لگا۔ ایک دھماکے کی آواز آئی اور سکون چھا گیا۔ جہاز سیّارے کے حلقۂ کشش کو پار کر کے اُس کی فضا میں داخل ہو گیا تھا۔ گارشا نے چیک کیا تو اُسے معلوم ہوا نئے سیّارے کی فضا آکسیجن سے لبریز ہے اور فضا میں اوزون گیس بھی کافی مقدار میں موجود ہے جو انسانی زندگی کی حفاظت کرتی ہے اور اِسے خلائی آفتوں سے بچاتی ہے۔ وہ کہنے لگی:

"عمران! یہ سیّارہ تمہاری زمین کے سیّارے سے بے حد ملتا جلتا ہے۔ اِس کی ساری فضا تمہارے سیّارے کی طرح ہے۔ ضرور یہاں انسان آباد ہوں گے اور وہ ترقّی یافتہ بھی ہوں گے۔"

خلائی جہاز سیّارے کے سمندر کے اُوپر سے گزر کر ایک سر سبز درختوں والے جنگل پر آہستہ آہستہ نیچے آ رہا تھا۔ شیبا، سُلطانہ اور عمران کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھ رہے تھے۔ اُنھیں دور سمندر میں ایک بادبانی کشتی چلتی نظر آئی۔ عمران نے گارشا سے مخاطب ہو کر کہا :

"گارشا! تُم کہہ رہی تھی کہ یہ سائنس میں کافی ترقّی کر چکا ہو گا مگر یہاں تو ابھی بادبانی کشتیاں ہی چل رہی ہیں۔"

بادبانی کشتی کو گارشا نے بھی دیکھ لیا تھا۔ اس نے کہا :

"ہو سکتا ہے یہاں کی آبادی ابھی تاریخ کے ابتدائی زمانے میں ہی ہو۔"

خلائی جہاز کو گارشا نے جنگل میں ایک خالی جگہ پر اُتار دیا۔ پھر بھی آس پاس کے کُچھ درخت خلائی جہاز سے رگڑ کھا کر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اِن درختوں پر

سے کُچھ پرندے شور مچاتے ہوئے اُڑے تو عمران بولا :

"یہاں پرندے بھی ہیں شیبا!"

شیبا اور سُلطانہ اِس بات سے خوش تھیں کہ ان کا جہاز کسی آدم خوروں کے یا خلائی عفریت والے سیّارے پر نہیں اُتر گیا۔ گارشا نے چیک کر لیا تھا کہ جہاز کے باہر فضا میں آکسیجن موجود ہے۔ اُس نے بٹن دبا کر جہاز کا دروازہ کھولا۔ اندر سیّارے کے جنگل کی تازہ اور خوش گوار ٹھنڈی ہوا داخل ہوئی۔ وہ جہاز نیچے اُتر آئے۔ جنگل کے درخت گھنے اور لمبے لمبے پتّوں والے تھے۔ زمین جھاڑ جھنکار سے بھری پڑی تھی۔ شیبا اچانک چیخ کر اُچھل پڑی۔

"سانپ!" اس کے مُنہ سے نکلا۔

گارشا نے دیکھا کہ زرد، سبز اور نیلے رنگوں والا ایک سانپ پھن اُٹھائے پھنکار رہا تھا۔ اُس نے لیزر خلائی پستول کے فائر سے اُسے وہیں بھسم کر دیا۔ سُلطانہ کہنے لگی :

"اِس سے ایک بات ثابت ہو گئی ہے کہ یہاں کی فضا ہماری پیاری زمین کی طرح ہی ہے ۔ یہاں سانپ بھی ہیں۔ مُجھے تو خُوشی ہو رہی ہے ۔"

شیبا نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا :

"مگر یہاں ہمارے ڈیڈی ممّی تو نہیں ہوں گے نا؟ کاش ہم اپنے ڈیڈی ممّی کے پاس پہنچ سکیں۔ ہمیں اپنی زمین سے جُدا ہوئے نہ جانے کتنی مُدّت گزر گئی ہے ۔ ہمارے ماں باپ بُوڑھے ہو گئے ہوں گے ۔"

اِس پر گارشا نے مُسکرا کر کہا :

”یہاں میں ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتی ہوں شیبا۔ ایک بات کو غور سے سنو۔ وقت کی لمبائی اپنے اپنے سیّارے کی اپنی گردش اور اس کی سورج کے گرد چکّر لگانے کی رفتار کے مطابق ہوتی ہے۔ خلا میں کوئی وقت نہیں ہوتا۔ ہر سیّارے پر وقت کی پیمائش مختلف ہوتی ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اگر تُم یہاں خلا میں یا خلا کے کسی نظامِ شمسی کے کسی سیّارے پر دس برس گزار کر واپس اپنی زمین پر ماں باپ کے پاس جاؤگی تو اُن کی دُنیا کا صرف ایک دِن ہی گزرا ہوگا۔“

عمران، شیبا اور سُلطانہ حیرانی سے گارشا کو دیکھنے لگے۔ سُلطانہ نے کہا:

”اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر ہم خلا میں یا خلا کے کسی سیّارے میں پچاس برس گزارنے کے بعد اپنی زمین پر جائیں گے تو ہم تو بُوڑھے کھوسٹ ہو گئے ہوں گے اور ہمارے ماں باپ ابھی جوان ہی ہوں گے۔“

گارشا ہنس پڑی۔ بولی :

"نہیں ایسی بات بھی نہیں ہے کیوں کہ خلا میں کوئی بُوڑھا نہیں ہوتا۔ خلا سے ایک بار گُزر جانے اور پھر کسی اور سیّارے میں اُترنے کے بعد انسان پر عُمر کا اثر نہیں ہوتا اور خاص طور پر تم پر بڑھاپے کا کوئی اثر نہیں ہوگا کیوں کہ تُم نے دُنیا کی خوراک کی جگہ ہماری نیلی گولیاں کھائی ہوئی ہیں۔ ہو سکتا ہے زمین پر جانے کے بعد بُوڑھا ہونا شروع ہو جاؤ مگر خلا یا خلا کے کسی سیّارے پر بُوڑھے نہیں ہو گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سیّارے پر عُمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ سو سال میں ہمارا ایک بچّہ صرف جوان ہی ہوتا ہے۔"

شیبا اور سُلطانہ یہ سُن کر بڑی خوش ہوئیں۔ شیبا نے کہا : "چلو یہ تو اچھّا ہے کہ ہم ساری عُمر جوان رہیں گی۔ اس سے اچھّی بات اور کیا ہو سکتی ہے ؟"

عمران نے کہا :

"اور میں بھی اِسی طرح جوان رہوں گا۔"

گارشا بولی :

"لیکن اِس بات کا خطرہ بھی ہے کہ اگر تُم اپنی زمین پر جاؤ تو تُم ایک دم بُوڑھے ہو جاؤ۔"

"اللہ کے واسطے یہ نہ کہو گارشا!" سُلطانہ نے عاجزی سے کہا۔ "ایک دم بوڑھی ہو جانے سے تو مر جانا بہتر ہے۔"

وہ باتیں کرتے کرتے جنگل میں ایک دریا کے کنارے پر آ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ دریا میں ایک کافی بڑی بادبانی کشتی اُن کی طرف چلی آ رہی ہے۔ وہ کشتی کو دیکھنے لگے۔ شیبا نے کہا :

"ہو سکتا ہے اِس کشتی میں آدم خور جنگلی ہوں۔"

سُلطانہ کہنے لگی:

"ہمیں واپس اپنے جہاز میں چلے جانا چاہیے۔"

کشتی قریب آ گئی تھی۔ عمران بولا:

"مُجھے کُچھ انسان نظر آ رہے ہیں جن کے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار ہیں۔"

گارشا بھی غور سے اِن لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو کشتی کے عرشے پر جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑے تھے۔ اُنھوں نے پھولوں کے ہار پہن رکھے تھے اور ہاتھوں میں بھی پھولوں کے ہار تھے۔ اِن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد اور بچّے بھی تھے۔ عورتوں کے سروں پر پھولوں کے تاج تھے۔

گارشا نے کہا: "یہ آدم خور جنگلی نہیں ہو سکتے۔"

کشتی کے اُوپر ایک بانس کے ساتھ پھولوں کے ہار لٹک رہے تھے۔ کشتی کنارے کے ساتھ آکر لگ گئی۔ پھر بھی عمران اور گارشا نے خلائی پستول تان لیے تھے۔ کشتی میں سے سب سے پہلے ایک سفید بالوں والا بُوڑھا کنارے پر اُترا۔ اُس کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے اور ہاتھوں میں بھی اُس نے ہار پکڑ رکھے تھے۔ اس کے پیچھے عورتیں، مرد اور بچّے بھی اُتر آئے۔ اُن میں سے کئی ایک نے اپنے سروں پر چھوٹی چھوٹی ٹوکریاں اُٹھا رکھی تھیں جن میں تازہ پھل رکھے تھے۔

سفید بالوں والے بُوڑھے نے شیبا، گارشا، عمران اور سُلطانہ کو مُسکرا کر دیکھا اور کہا:

"تمہارا بہشت آباد میں آنا مبارک ہو۔"

سب نے خوش آمدید کے نعرے لگائے اور پھر عمران، شیبا، سُلطانہ اور

گارشا کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔ بُوڑھے نے کہا:

"میرا نام گال ہے۔ تُم اپنی لیزر گن کو جیب میں رکھ لو۔ یہاں اِس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سیّارہ بہشت کا نمونہ ہے۔ یہاں کسی کو کسی سے دُشمنی نہیں ہے۔ یہاں سب ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور پیار و محبّت کے ماحول میں مل جُل کر رہتے ہیں۔ یہاں اخوّت اور نیکی کا راج ہے۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیجیے۔"

گارشا بے نیازی سے اُن لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ اُسے اِس بات سے اُکتاہٹ سی ہونے لگی تھی کہ وہ ایک ایسے سیّارے پر آ گئی جہاں اُسے اگلے سفر پر جانے کے لیے کوئی سائنسی مدد نہیں مل سکے گی کیوں کہ یہ لوگ تو تہذیب کے شروع کے عہد میں رہ رہے تھے جب وہ بہشت کا نام

دیتے تھے، مگر عمران، شیبا اور سُلطانہ خوش تھے کہ آدم خور عفریت سے بچ گئے۔ عمران نے بُوڑھے کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"مگر آپ نے ہم سے یہ نہیں پوچھا کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟"

بُوڑھے گال کے چہرے پر عجیب سی مُسکراہٹ آ گئی کہنے لگا:

"وہ تو ہمیں اُسی وقت پتا چل گیا تھا جب تمہارا خلائی جہاز ہمارے سیّارے کے حلقۂ کشش سے ابھی ایک لاکھ نوری سال کے فاصلے پر تھا۔"

اب گارشا نے چونک کر بُوڑھے گال کی طرف دیکھا۔

"آپ کو کیسے پتا چل گیا؟"

بُوڑھا گال بولا:

”بیٹی! یہ سب باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔ اِس وقت آپ چل کر آرام کریں۔ پھر ہماری ضیافت میں شریک ہوں۔ ہمیں خدمت کا موقع دیں۔“

وہ سب پھولوں بھری کشتی میں سوار ہو گئے اور کشتی دریا کے دوسرے کنارے کی طرف بڑھنے لگی۔

عمران غائب، شیبا غائب

دریا کے کنارے ایک خوب صورت باغ تھا۔

باغ میں جگہ جگہ مکان بنے ہوئے تھے جن کی دیواروں پر پھولوں بھری بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ باغ میں فوّارے چل رہے تھے، مور ناچ رہے تھے۔ ہرن قلانچیں بھر رہے تھے۔ درختوں پر خوش رنگ پرندے گیت گا رہے تھے۔ ایک چھوٹے سے قطعے میں انگور کی بیلوں کے نیچے گھاس پر

سبز پتّوں کا دستر خوان بِچھا تھا جس پر جگہ جگہ خوش ذائقہ اور رنگ برنگ کے پھلوں کے ڈھیر لگے تھے۔ معصوم شکل لڑکے اور لڑکیاں میٹھے شربت کے مشکیزے لیے ہوئے تھیں۔ سب نے گارشا، عمران، شیبا اور سُلطانہ کو جھُک کر خوش آمدید کہا۔ بُوڑھے گال کی بیوی بھی جہاں اِن کے خیر مقدم کو موجود تھی۔ اس نے شیبا، سُلطانہ اور گارشا و عمران کے ماتھے کو چوم کر کہا:

"تمہارا ہمارے سیّارے پر آنا مبارک ہو۔"

دعوت شروع ہو گئی۔ ایک مُدّت کے بعد عمران، شیبا اور سُلطانہ نے اتنے مزے دار اور میٹھے پھل کھائے تھے۔ وہ بڑی خوش تھیں۔ عمران نے گارشا کے نزدیک مُنہ لے جا کر کہا: "بُوڑھے گال کو کیسے پتا چلا کہ ہمارا خلائی جہاز اِس کے سیّارے کے دائرۂ کشش میں داخل ہو گیا ہے جب کہ اِن

کے پاس ایسا کوئی سائنسی ساز و سامان نہیں ہے اور بظاہر یہ پس ماندہ لوگ ہیں۔"

گارشا نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا:

"ہو سکتا ہے اُنہوں نے خواب میں ہمارا جہاز دیکھا ہو۔ ہو سکتا ہے اِس بُوڑھے نے یوں ہی کہہ دیا ہو۔ کیوں کہ یہ لوگ غیر ترقّی یافتہ ہیں۔ اِن کے پاس تو کُچھ بھی نہیں ہے۔"

دعوت کافی دیر تک جاری رہی۔ دعوت کے بعد بُوڑھے گال نے گارشا، سُلطانہ اور شیبا سے کہا:

"میرے بچّو! میں جانتا ہوں تُم اِس بات سے ضرور حیران ہو رہے ہو گے کہ مُجھے تمہارے جہاز کا اتنی دور سے کیسے پتا چل گیا۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں

تمھیں کُچھ دِکھانا چاہتا ہوں۔"

بُوڑھا گال اِن سب کو پھولوں بھری بیلوں سے ڈھکے ہوئے ایک مکان میں لے گیا۔ اُس نے دیوار میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ دیوار ایک جگہ سے ہٹ گئی۔ ایک زینہ نیچے جا رہا تھا۔ زینہ اُتر کر بُوڑھا گال ایک راہ داری میں آ گیا۔ یہاں ایک محرابی دروازہ تھا جس پر جالا لگا ہوا تھا۔ اُس نے جالے کو صاف کرتے ہوئے کہا:

"ایک مُدّت سے یہاں کوئی نہیں آیا۔ ہمیں اب یہاں آنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

گارشا، عمران، سُلطانہ اور شیبا خاموش تھے۔ اُن کی سمجھ میں کُچھ نہیں آ رہا تھا کہ بُوڑھا گال اُنھیں کیا دِکھانے وہاں لے آیا ہے۔ بُوڑھے گال نے محرابی دروازے کا ایک بٹن دبایا۔ دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ ایک

طرف ہٹ گیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ گال نے دوسرا بٹن دبایا تو کمرے میں ہلکی نیلی روشنی ہو گئی۔

ہلکی نیلی روشنی میں گارشا اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ ایک انتہائی جدید ایٹمی لیبارٹری تھی۔ جہاں دیواروں کے ساتھ چاندی کی پلیٹوں کے پینل بنے ہوئے تھے۔ ان پر مختلف رنگوں نے بٹن چمک رہے تھے۔ ایک شیشے کا دروازہ دوسرے کمرے کھلتا تھا۔ بُوڑھا گال اُنہیں دوسرے کمرے میں لے آیا اس کمرے میں جگہ جگہ کمپیوٹر پڑے تھے۔ دیوار پر ایک اسکرین تھی جس کے آگے شیشے کا فریم لگا تھا۔ گارشا اس پس ماندہ سیّارے پر سائنس کا اِس قدر جدید ساز و سامان دیکھ کر حیران رہ گئی۔ بُوڑھے گال نے اُنہیں ایلومینیم کی کُرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اسکرین کے آگے آہستہ آہستہ ٹہلنے لگا۔ پھر گارشا کی طرف متوجّہ ہو کر

بولا :

"میں جانتا ہوں تمہارا تعلّق سیّارہ اوٹان سے ہے اور یہ تینوں سیّارہ زمین کے باشندے ہیں۔ مُجھے یہ بھی معلوم ہے کہ سیّارے اوٹان کے گریٹ کنگ نے سیّارہ زمین کو تباہ کرنے اور اعلیٰ ترین دماغ کے لوگوں کو اغوا کرنے کا ناپاک منصوبہ تیّار کر رکھا ہے اور مُجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں اور لڑکا عمران اپنے سیّارے زمین کو بچانے کی کوشش تمہارے اوٹان سیّارے میں آ کر پھنس گئے تھے جہاں سے تُم اُنہیں نکال لائی ہو اور خود بھی خلا میں بھٹکتی پھر رہی ہو بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ گریٹ کنگ کے حُکم سے تُم چاروں کو خلا میں موت کے آخری دِن تک بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ اِس لڑکی گارشا کی ہمّت اور اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت ہے کہ اُس نے اپنے جلا وطن خلائی کمرے کو کنٹرول کیا۔ پھر

عفریتوں کے سیّارے پر اُتری جہاں خلا بازوں کا جہاز لے کر تُم یہاں آ گئے۔"

بُوڑھے گال کی باتیں سُن کر سب ہکّا بکّا ہو کر رہ گئے۔ اس نے ایک ایک بات بالکل سچ بتائی تھی۔ بُوڑھا گال ٹہلتے ہوئے کہہ رہا تھا:

"میرے بچّو! یہ مت سمجھنا کہ ہم غیر ترقّی یافتہ اور نیم وحشی جنگلی ہیں۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ ایک وقت تھا کہ ہم خلائی سائنس میں اپنے نظامِ شمسی کے سب سے زیادہ ترقّی یافتہ لوگ تھے۔ ہمارے آبا و اجداد نے سائنس میں اتنی ترقّی کر لی تھی کہ ہم ایک آدمی کی دماغی صلاحیتیں اِس کے دماغ سے نکال کر دوسرے کے دماغ میں ڈال دیتے تھے۔ یُوں ہم بے وقوف کو عقل مند اور ہم عقل مند کو ایک منٹ میں بے وقوف بنا ڈالتے تھے۔ ہم نے ایسے ایسے مہلک ایٹمی ہتھیار بنا لیے تھے کہ ہم صرف بٹن

دہانے سے دوسرے تمام سیّاروں کو تہس نہس کر سکتے تھے اور پھر ایسا ہوا کہ ہماری ذرا سی غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے سیّارے کی مخلوق نے ہم پر حملہ کر دیا اور صرف ایک سیکنڈ میں ہماری ساری آبادی کو بھاپ بنا کر اُڑا دیا۔ اِس میں انسان اور بڑی بڑی خلائی عمارتیں بھی پگھل کر بھاپ بن کر اُڑ گئیں۔ صرف ہمارے تہہ خانے کی کُچھ لیبارٹریاں باقی بچ گئیں، لیکن ہمارے آباواجداد نے دُشمن کو بھی ختم کر دیا۔ دونوں سیّاروں کی مخلوق ختم ہو گئی۔ دونوں سیّاروں کی زمین کے اُوپر کی عمارتوں کا صفایا ہو گیا۔ صرف ہمارے سیّارے کے تہہ خانے میں چھپے ہوئے کُچھ سائنس دان زندہ بچ گئے۔ جب وہ ایٹمی تابکاری کے ختم ہونے کے بعد تہہ خانے سے باہر آئے تو ہر طرف تباہی اور ویرانی کا منظر تھا۔ ایک بھی عمارت، ایک بھی انسان زندہ نہ بچا تھا۔ اِس تباہی پر وہ سخت آزردہ

ہوئے اور اُنھوں نے وہیں فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ سے ایک سادہ اور غیر سائنسی زندگی بسر کریں گے۔

چناں چہ اُنھوں نے جنگل میں اپنے لیے چھوٹے چھوٹے مکان بنائے۔ ان کی دیواروں کو پھولوں بھری بیلوں سے ڈھک دیا اور اپنے بال بچّوں کے ساتھ زمین کاشت کر کے اور دریا پر مچھلیاں پکڑ کر زندگی بسر کرنے لگے، مگر اُنھوں نے سائنسی ترقّی کی یادگار کے طور پر اِن دو تہ خانوں کی لیبارٹریوں کو عجائب گھر کی طرح باقی رکھا۔ تاکہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہو سکے کہ ان کے آبا و اجداد بہت زیادہ ترقّی یافتہ تھے، مگر سائنس کی ترقّی ہی اُن کی تباہی کا باعث بنی۔ چناں چہ جب تمہارا خلائی جہاز ہمارے سیّارے کے دائرے میں داخل ہوا تو اِسی لیبارٹری کے ایک سگنل نے مُجھے میرے مکان پر خبردار کر دیا تھا کہ کوئی خلائی جہاز سیّارے پر اُترنے والا

ہے۔"

گارشا کہنے لگی :

"عالی جناب! اِس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا سیّارہ خلائی سائنس میں ہم سے بہت ترقّی یافتہ رہ چکا ہے اور اِس کا ثبوت یہ مشینیں ہیں جن کی مثال آج بھی ہمارے سیّارے اوٹان پر نہیں ملتی لیکن میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔"

عمران شیبا اور سُلطانہ بھی غور سے دیکھنے لگے۔ بُوڑھے گال نے کہا :

"ضرور پوچھو بیٹی!"

گارشا نے کہا :

"کیا آپ کی یہ سائنسی ترقّی ہمارے خلائی جہاز کو زمین کے سیّارے تک

پہنچنے میں ہماری کوئی مدد کر سکتی ہے؟ کیوں کہ ہم جتنی جلدی ہو سکے عمران، شیبا اور سُلطانہ کی دُنیا میں واپس جانا چاہتے تاکہ وہاں گریٹ کنگ کے ناپاک منصوبوں کو تباہ کیا جا سکے اور بچایا جا سکے اور دُنیا کو آنے والی بھیانک تباہی سے بچایا جا سکتے۔"

بُوڑھا گال سوچ میں پڑ گیا۔ عمران شیبا اور سُلطانہ بھی بُوڑھے گال پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ وہ بھی بُوڑھے گال سوال کرنے والے تھے۔ گارشا خاموش تھی۔ بُوڑھا گال بولا:

"ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔ ہماری اِس لیبارٹری میں وہ خلائی چارٹ موجود ہے جس میں زمین کے نظامِ شمسی کا سارا نقشہ موجود ہے۔ تُم اِس کی مدد سے اپنے خلائی جہاز کو اپنی زمین کے سیّارے کی طرف لے جا سکتی ہو۔"

گارشا، عمران، شیبا اور سُلطانہ اِس جواب سے بڑے خوش ہوئے۔ اُن کی

اُمید بَر آئی تھی۔ یہی تو وہ چاہتے تھے۔ گال نے ایک الماری میں سے چاندی کی پلیٹ نکال کر گارشا کے سامنے رکھ دی۔ اِس پر خلا کے اُس حصّے کے تمام نظام ہائے شمسی کا نقشہ تھا۔ اِس میں وہ نظامِ شمسی بھی تھا جس میں ہماری زمین کا سیّارہ تھا۔ بُوڑھا گال بولا :

"تُم اپنی زمین کی سمت کی ساری ڈگریاں اور زاویے اپنے خلائی جہاز کے کمپیوٹر میں فیڈ کر سکتی ہو۔ اِس کے بعد خلائی جہاز اپنے آپ زمین کی سمت پکڑ کر روانہ ہو جائے گا۔"

گارشا نے بُوڑھے گال کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا :

"جناب! آپ نے ہماری بڑی مُشکل حل کر دی ہے۔ ہمیں پہلے بالکل یقین نہیں آیا تھا کہ آپ سائنس میں اتنی ترقّی کر چکے ہیں۔"

بُوڑھا گال مُسکرایا۔ کہنے لگا: "اب میں تمہیں اپنی سائنسی ترقّی کا ایک اور نمونہ دکھانا چاہتا ہوں۔ اِس سامنے والی اسکرین پر اپنی زمین کے گزرے ہوئے واقعات کو ایک بار پھر گزرتے دیکھو گے مگر یہ سارے واقعات تمہاری زمین پر آج سے کئی سو سال پہلے کے واقعات ہوں گے۔"

عمران نے فوراً سوال کیا:

"کیا آپ ہمیں وہ واقعات نہیں دکھا سکتے جو ہماری زمین پر اِس وقت گزر رہے ہیں؟"

بُوڑھے گال نے گارشا کی طرف دیکھ کر کہا:

"تُم اِس سوال کے جواب کو زیادہ بہتر سمجھ سکو گی۔ بات یہ ہے کہ ہمارے کمپیوٹر میں تمہاری زمین کے صرف وہی واقعات محفوظ ہوئے ہیں جو روشنی

کے ذرّات کے ساتھ ہمارے سیّارے تک پہنچنے میں کام یاب ہوئے ہیں۔ تمہارے زمین پر گزرنے والے واقعات کو ہمارے سیّارے تک پہنچنے میں کئی نوری سال لگتے چناں چہ ہمارے سیّارے تک تمہاری زمین کے کُچھ سو برس پہلے کے واقعات تو روشنی کی رفتار کے ساتھ سفر کرتے ہوئے پہنچ گئے ہیں لیکن جو واقعات اِس وقت تمہاری زمین پر گزر رہے ہیں اُن کا عکس روشنی کی رفتار کے ساتھ خلا میں سفر کر رہا ہے۔ اُنہیں ہمارے سیّارے کے اِس کمپیوٹر تک پہنچنے میں ابھی کئی برس لگ جائیں گے۔ اِس لیے ہم تمہیں تمہاری زمین کے اس وقت کے واقعات نہیں دِکھا سکتے۔ تُم صرف اپنی زمین کی پرانی تاریخ کے واقعات کو ہی دوبارہ ڈرامے کی شکل میں گزرتے دیکھ سکو گے۔ مگر ایک بات کا خیال رہے کہ جس اسکرین پر یہ واقعات چل رہے ہوں گے۔ اُس کے زیادہ قریب

جانے کی کوئی بھی کوشش نہ کرے۔ کیوں کہ یہ صرف کمپیوٹر کی فلم نہیں ہے، بلکہ گزرے ہوئے تاریخی واقعات کا عکس ہے اور جو لوگ اسکرین پر چل پھر رہے ہوں گے وہ زندہ ہوں گے وہ تاریخ کے کسی دور میں ضرور مَر کھپ چکے ہیں، مگر اُن کا عکس زندہ ہے اور اپنے عکس میں وہ بھی زندہ ہیں۔ عکس کی اپنی ایک کشش ہے۔ وہ آپ کو اپنی طرف کھینچ کر اپنی دُنیا میں لے جا سکتی ہے اور ایک بار آپ میں سے کوئی اِن لوگوں کی دُنیا میں چلا گیا تو میں اور میرا تمام سائنسی علم بھی اُسے واپس نہ لا سکے گا۔“

عمران اور شیبا نے اپنے بدن میں ایک عجیب سی سنسنی محسوس کی۔ اُنہیں کبھی یقین نہیں آتا تھا کہ وہ گزرے ہوئے تاریخی واقعات کو ایک بار پھر زندہ حالت میں ایک اسکرین پر گزرتے دیکھ سکیں گے۔ سُلطانہ بھی بڑی جذباتی ہو رہی تھی کہنے لگی :

”جناب! آپ فکر نہ کریں۔ ہم اسکرین سے دور ہی رہیں گے۔“

بُوڑھا گال ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس میں سے اس نے ایک ننّھا سا انگوٹھے کے ناخن جتنا چِپ نکالا۔ پھر ایک خاص کمپیوٹر کے پاس آیا وہ چِپ اُس میں ڈال دیا اور اس کا بٹن دبا کر بولا:

”اپنی نظریں اسکرین پر رکھنا۔ تُم لوگ اپنی زمین پر گزرے ہوئے تین ہزار سال پہلے کے تاریخی واقعات کو ایک بار پھر گزرتے دیکھ دیکھنے والے ہو۔“

سب کی نظریں اسکرین پر لگی تھیں۔ وہ بڑے اشتیاق سے دیکھ رہے تھے۔ اسکرین پر ہلکی سی روشنی ہوئی۔ پھر ایک منظر اُبھر کر آگیا۔ یہ پرانے مِصر کے دریائے نیل کا منظر تھا۔ دریا میں مَلِکۂ مِصر قلوپطرہ کا شاہی بجرا گُزر رہا تھا۔ کنیزیں اور غُلام مَلِکہ قلوپطرہ کے پیچھے کھڑے مورچھل ہلا رہے

تھے۔ آگے آگے دریا میں مِصری سپاہیوں سے بھری ہوئی دو کشتیاں جا رہی تھیں۔ مَلِکہ قلوپطرہ شاہی تخت پر بیٹھی تھی۔ اُس نے زرق برق لباس پہن رکھا تھا۔ عمران نے حیرت سے کہا:

"یہ تو مَلِکہٴ مِصر قلوپطرہ کی سواری جا رہی ہے۔ یہ تو آج کئی ہزار سال پہلے کا مِصر ہے۔"

"ہاں۔" بُوڑھے گال نے آہستہ سے کہا۔

شیبا اور سُلطانہ بھی کھُلی آنکھوں سے یہ نظّارہ دیکھ رہی تھیں۔ اُن کے مُنہ حیرت کے مارے کھُلے تھے۔ قلوپطرہ کی فلم تو اُنھوں نے دیکھی تھی مگر اصل قلوپطرہ کو وہ آج دیکھ رہے تھیں۔ جب مَلِکہ قلوپطرہ کا بجرا دریا میں سے گُزر گیا تو بُوڑھے گال نے کمپیوٹر بند کر دیا۔ اسکرین پر سے روشنی اور عکس غائب ہو گیا۔

گال کہنے لگا :

”یہ منظر تُم کم از کم ہمارے نظامِ شمسی میں سے کسی دوسرے سیّارے پر نہیں دیکھ سکتے کیوں کہ اس معاملے میں صرف ہم ہی ترقّی یافتہ ہیں۔“

شیبا نے سوال کیا :

”کیا ہم اسکرین پر اسلامی دَور کو بھی دیکھ سکتے ہیں ؟ میرا مطلب ہے کیا ہم اپنے مسلمان سپہ سالاروں کو بھی دیکھ سکتے ہیں ؟“

بُوڑھا گال بولا۔ ”کیوں نہیں۔“ اوراِس کے ساتھ ہی گال نے چِپ کے زاویے کو تھوڑا سا بدلا اور کمپیوٹر کا بٹن دبا دیا۔ اسکرین پر روشنی ہوئی اور ایک فوج نظر آئی جو گھوڑے دوڑائی ایک سنگلاخ میدان میں سے گزر رہی تھی۔ ان کا لباس عربی تھا اور کہیں کہیں چاند تارے والے اسلامی پرچم

لہرا رہے تھے۔

بوڑھے گال نے کہا۔

"یہ تمہارے ایک مشہور اور بہادر مسلمان سپہ سالار محمد بن قاسم کی فوج ہے جو سندھ کو فتح کرنے کی غرض سے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔"

شیبا، عمران اور سلطانہ کے چہروں پر چمک آ گئی۔ فوج ایک خشک ٹیلے کے اوٹ میں ہو گئی۔ گال نے کمپیوٹر بند کرتے ہوئے اس چھوٹے سے چِپ میں ہزاروں سال کی تاریخ کا زمانہ بالکل زندہ حالت میں بند ہے۔ اسے دیکھنے کے لیے ہزاروں برس کی عمر چاہیے۔ کہاں تک دیکھو گے۔ رات کافی ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے اب تم آرام کرو۔ عمران اور شیبا کا دل چاہتا تھا کہ وہ محمد بن قاسم کو راجہ داہر کا قلعہ فتح کرتے دیکھیں مگر بوڑھے گال کے آگے وہ اصرار نہ کر سکے۔ تہ خانے سے نکل کر وہ اپنے

کمرے میں آ گئے۔ یہاں پر پھولوں کے نرم بستر بچھے تھے۔ وہ اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئے۔ گارشا نے کہا:

"یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہوئی ہے کہ ہمیں وہ خلائی نقشے کا چارٹ مل گیا ہے. جس کی مدد سے ہم زمین کے سیارے پر آسانی سے پہنچ جائیں گے۔"

"ہاں گارشا!" سلطانہ بولی۔ "یہ ہماری واقعی بہت بڑی خوش نصیبی ہے لیکن تمہارے خیال میں ہم کتنے عرصے میں زمین کا خوب صورت چہرہ دیکھیں گے؟"

گارشا نے کہا:

"اِس کا اندازہ ابھی نہیں لگایا جا سکتا۔ صبح اپنے خلائی جہاز میں اِس نقشے کی مدد سے کمپیوٹر کو سیٹ کرنے کے بعد ہی کُچھ کہہ سکوں گی۔"

عمران اور شیبا پاس ہی تھے۔ وہ دونوں ایک ہی بات سوچ رہے تھے کہ کسی طرح تہہ خانے میں واپس جا کر محمد بن قاسم کے زمانے کو دوبارہ دیکھا جائے۔ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد گارشا اور سُلطانہ سو گئیں۔ عمران اور شیبا جاگ رہے تھے۔ شیبا نے آہستہ سے عمران سے کہا:

"عمران! چلو تہہ خانے میں چل کر محمد بن قاسم کو سندھ فتح کرتے دیکھتے ہیں۔ ایسا منظر تو شاید ہم ساری زندگی نہ دیکھ سکیں گے۔"

"ہاں شیبا! میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

یہ کہہ کر عمران اُٹھا اور دبے پاؤں چلتا کمرے سے نکل گیا۔ شیبا بھی دبے پاؤں اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ وہ تہہ خانے کا زینہ اُتر کر لیبارٹری میں آ گئے۔ اُنہیں معلوم تھا کہ دروازہ کس طرح کھلتا ہے۔ لیبارٹری کا وہ

کمرا جس میں اسکرین لگی تھی اور کمپیوٹر پڑے تھے بالکل خالی تھا۔ عمران جلدی سے کمپیوٹر کے آگے بیٹھ گیا اور بولا :

"چِپ ویسے ہی لگا ہوا ہے کمپیوٹر میں۔"

شیبا نے جھُک کر کمپیوٹر کے اندر لگے چِپ کو دیکھا اور بولی۔ "عمران !اِس کا زاویہ ذرا سا بدل گیا ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟" عمران نے کہا۔ اور عمران نے بٹن دبا دیا۔ اسکرین پر روشنی ہوئی۔ پھر ایک منظر اُبھرا۔ یہ محمد بن قاسم کی فوج کا منظر نہیں تھا، بلکہ کوئی جنگل تھا جس میں ایک نہر بہہ رہی تھی شیبا اسکرین سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی اِس منظر کو حیرت تک رہی تھی۔ اس نے کہا :

"عمران !چِپ کے زاویے کو پیچھے کرو۔"



عمران بولا۔ "ایسا کرنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ واقعات آگے گُزر رہے ہیں۔ یہ زندہ واقعات ہیں کوئی ٹی وی کی ٹیپ نہیں ہے کہ جب پیچھے کر لوں۔"

اتنے میں کسی بچّے کی چیخ سُنائی دی۔ عمران شیبا کی آنکھیں اسکرین کی طرف اُٹھ گئیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ندی میں سات آٹھ سال کی ایک بچی ڈوب رہی ہے۔ وہ مدد کے لیے چیخ رہی تھی۔ اللہ جانے شیبا کے دِل پر اِس منظر کا کیا اثر ہوا کہ وہ سب کُچھ بھول گئی اور بچّی کو بچانے کے لیے اسکرین کی طرف بڑھی۔ وہ اسکرین کی کشش کے دائرے میں داخل ہو گئی اور پھر عمران کی آنکھوں نے دیکھا کہ اسکرین نے شیبا کو تیزی سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ شیبا اسکرین کے اندر چلی گئی۔ اب اُس نے نہر میں چھلانگ لگا دی تھی اور بچّی کو تو اُٹھا لیا تھا، مگر پانی کی تیز لہریں شیبا کو بہا کر لے گئیں اور شیبا عمران کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ عمران کو ایک پل

کے لیے تو کُچھ پتا نہ چلا کہ یہ سب کُچھ ایک دَم کیا ہو گیا ہے۔ پھر اُس نے گھبرا کر کمپیوٹر کا بٹن بند کر دیا۔ اُس کا خیال تھا کہ شاید اس طرح شیبا اسکرین سے باہر آ جائے گی۔ اسکرین پر منظر غائب ہو گیا اور شیبا باہر نہ نکلی۔ عمران نے خوف زدہ ہو کر ایک بار پھر بٹن دبا دیا۔ اب جنگل خاموش تھا۔ نہر بھی خاموش تھی اور وہاں نہ شیبا تھی اور نہ وہ لڑکی جس کو بچانے کے لیے شیبا اسکرین کے اندر کود گئی تھی۔ عمران گھبرا گیا۔ وہ شیبا کو آوازیں دینے لگا اور انجانے میں وہ بھی اسکرین کے کشش کے دائرے میں داخل ہو گیا۔ اُسے گھبراہٹ میں کوئی خبر نہ ہوئی کہ وہ خطرناک علاقے میں داخل ہو چکا ہے۔

اسکرین پر تاریخی واقعات کا منظر چل رہا تھا۔ اسکرین نے فوراً عمران کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا اور عمران بھی پرانے تاریخی زمانے کے اِس جنگل

میں داخل ہو گیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اُسے لیبارٹری کا کمرا اور کمپیوٹر وغیرہ ضرور نظر آئیں گے، مگر اُس کی آنکھوں کے سامنے سوائے گھنے ویران سُنسان جنگل کے اور کُچھ نہیں تھا۔ گال کی لیبارٹری اور کمپیوٹر وغیرہ تو اپنی جگہ پر موجود تھا، مگر عمران کو یہ سب کُچھ نظر نہیں آ سکتا تھا کیوں کہ وہ اِس لیبارٹری کے ذریعہ سے گارشا اور سُلطانہ سے کئی سو سال پہلے کے زمانے میں جا چکا تھا۔

سُلطانہ کے پہلو بدلتے ہوئے آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ شیبا اور عمران وہاں نہیں تھے۔ وہ حیران ہوئی کہ دونوں بہن بھائی کہاں چلے گئے۔ اُس نے اُٹھ کر باہر دیکھا۔ باہر رات کا اندھیرا چھا رہا تھا۔ سُلطانہ کو تشویش ہوئی۔ اُس نے گارشا کو جگا کر بتایا کہ شیبا اور عمران کمرے میں نہیں ہیں۔ گارشا نے نیند بھری آواز میں کہا:

"یہیں کہیں ہوں گے۔ آجائیں گے۔"

سُلطانہ بولی۔ "میرادِل گھبرارہا ہے گارشا۔ کہیں اُن کے ساتھ کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو؟"

"سو جاؤ سُلطانہ۔ کوئی بات نہیں ہے۔" گارشا نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ سُلطانہ کو بے چینی سی لگی ہوئی تھی۔ اُس نے گارشا کو اُٹھا کر بٹھا دیا اور کہنے لگی۔ "گارشا! وہ اِس طرح آدھی رات کو اکیلے باہر نہیں جا سکتے۔ ضرور کوئی بات ہے۔"

گارشا اُٹھ بیٹھی۔

"چلو باہر دیکھتے ہیں۔"

وہ کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے کی طرف آئیں تو اُنھیں نیچے تہہ

خانے ہی سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سُنائی دیں۔ گارشا نے کہا:

"دونوں ضرور کمپیوٹر پر پرانے زمانے کے واقعات دیکھ رہے ہوں گے۔ نیچے آؤ۔"

تہہ خانے میں آتے ہی گارشا نے دیکھا کہ کمپیوٹر کھُلا ہوا تھا۔ اسکرین پر اللہ جانے تاریخ کے کس زمانے کے گھوڑے ایک میدان میں بھاگے جا رہے تھے مگر شیبا اور عمران وہاں نہیں تھے۔ گارشا لپک کر کمپیوٹر کے پاس آئی۔ کمپیوٹر میں ڈالا ہوا چِپ سینکڑوں برس پہلے کے منظر اسکرین پر دکھا رہا تھا۔ گارشا اسکرین کے قریب گئی تو اس کا دِل دھک سے رہ گیا۔ اسکرین کے پاس شیبا کی ایک جوتی پڑی تھی۔ سُلطانہ نے بھی جوتی کو دیکھا تو دِل پکڑ کر بولی۔

"یہ تو شیبا کی جوتی ہے گارشا۔ اُس کی دوسری جوتی کہاں ہے؟"

خلائی لڑکی گارشا اسکرین کو تک رہی تھی جہاں سکندرِ اعظم کے زمانے کا ایک یونانی سوار اکیلا ہی گھوڑے کو دوڑائے چلا جا رہا تھا۔ وہ حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکال رہا تھا۔ گارشا نے آہستہ سے کہا:

"سلطانہ! میرا خیال ہے کہ شیبا کو اسکرین نے نگل لیا ہے۔"

سُلطانہ کا رنگ زرد پڑ گیا۔ "اور عمران وہ کہاں ہے؟"

اُس کے مُنہ سے جیسے اپنے آپ یہ جملہ نکل گیا تھا۔ گارشا نے کہا:

"شاید وہ بھی اُس کے پیچھے اُس کی تلاش میں اسکرین میں چھلانگ لگا چکا ہے۔" گارشا نے جلدی سے کمپیوٹر مشین بند کر دی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ گھبراہٹ کی وجہ سے سُلطانہ کا دِل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

خلائی مخلوق کراچی میں

تھوڑی دیر میں بُوڑھا گال بھی وہاں آ گیا۔

اس نے کمپیوٹر کی ایک خاص پلیٹ کو باہر نکال کر دیکھا تو اس کا چہرہ فکر مند ہو گیا۔ وہ سر کو افسوس کے ساتھ ہلاتے ہوئے بولا :

"آخر اُنھوں نے وہی کیا جس سے میں نے اُنہیں منع کیا تھا۔ وہ اسکرین کے پاس گئے اور اسکرین اُنہیں کھینچ کر قدیم زمانے میں لے گئی۔"

سُلطانہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ روہانسی آواز میں بولی۔ "اللہ کے لیے کُچھ کریں۔ کسی طرح شیبا اور عمران کو پرانے زمانے سے واپس لے آئیں۔"

بُوڑھے گال نے کہا:

"یہ کام میرے اختیار میں نہیں ہے۔ پلیٹ کے نشان بتا رہے ہیں کہ عمران اور شیبا سکندرِ اعظم کے زمانے میں جا چُکے ہیں اور اُنہیں اب کوئی واپس نہیں لا سکتا۔"

گارشا کو بھی عمران اور شیبا کے اِس طرح سے ہمیشہ کے لیے غائب ہو جانے کا بڑا افسوس ہوا۔ وہ جانتی تھی کہ دونوں کا اب گزرے ہوئے زمانے سے واپس آنا تقریباً ناممکن ہے، مگر وہ خلائی لڑکی تھی اور اسے زیادہ افسوس اور کسی بات کا غم نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہر واقعہ کو سائنسی اعتبار



سے درست مانتی تھی۔ اس نے سُلطانہ سے کہا:

"سلطانہ! ہمیں عمران اور شیبا کو حالات کے دھارے پر چھوڑ کر خود زمین پر واپس جانے کی تیّاری کرنی چاہیے تاکہ اوٹان سیّارے کے گریٹ کنگ کے ناپاک منصوبے سے سے زمین کے لوگوں کو بچایا جا سکے۔"

سُلطانہ نے ٹھنڈا سانس بھرا اور بولی:

"گارشا! عمران اور شیبا کی قسمت میں یہی لکھا تھا۔ اللہ نے چاہا تو کبھی نہ کبھی وہ ہم سے دوبارہ آملیں گے۔"

دوسرے دِن گارشا نے اپنے خلائی جہاز کے کمپیوٹر کو بُوڑھے گال کے کائناتی چارٹ والے نقشے کے مطابق سیٹ کر دیا۔ گال اور سیّارے کے لوگوں نے سُلطانہ اور گارشا کو پھولوں کے ہار پہنائے اور الوداع کہا۔

گارشا کا خلائی جہاز اُس خوب صورت سیّارے کو چھوڑ کر اُوپر فضا میں بُلند ہوتا چلا گیا۔ ایک خاص بلندی پر پہنچ کر سُلطانہ اور گارشا نے اپنی اپنی پیٹیاں باندھ لیں۔ سُلطانہ گارشا کی ساتھ والی سیٹ پر کاک پِٹ میں ہی بیٹھی تھی۔ گارشا نے کہا:

"سٹینڈ بائی۔ ہم سیّارے کے دائرہ کشش سے نکلنے والے ہیں۔"

پھر گارشا نے دونوں راکٹ فائر کر دیے۔ خلائی جہاز کو ایک دھچکا لگا اور وہ بندوق کی گولی کی رفتار سے بھی زیادہ رفتار سے فضا کو چیرتا ہوا سیّارے کی کشش کے حلقے سے نکل کر خلا میں داخل ہو گیا۔ گارشا ایک تجربہ کار اور لائق خلاباز لڑکی تھی۔ زمین کے سیّارے کا نقشہ اُس کے سامنے تھا جو کمپیوٹر کو فیڈ کر دیا گیا تھا۔ جہاز روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ رفتار کے ساتھ خلا میں سے گزر رہا تھا۔ سُلطانہ نے پوچھا:

"ہم ٹھیک سمت میں جا رہے ہیں نا گارشا؟"

گارشا کی نظریں چھوٹی اسکرین پر تھیں جہاں خلا میں بکھرے ہوئے پتھرّ کے ٹکڑے تیزی سے پیچھے جا رہے تھے۔ اس نے کہا:

"ہاں۔ بُوڑھے گال کے نقشے نے ہمیں سیدھے راستے پر ڈال دیا ہے۔ ورنہ ہم خلا میں نہ جانے کب تک بھٹکتے۔" سُلطانہ نے افسوس کے ساتھ کہا:

"میں سوچ رہی ہوں کہ اپنی زمین پر جا کر عمران اور شیبا کے ڈیڈی ممّی کو کیا جواب دوں گی؟"

گارشا نے کہا:

"ہم کہہ دیں گے کہ وہ ہمارے بعد اپنے آپ آ جائیں گے۔"

سُلطانہ بولی :

"مگر وہ تو کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ وہ تو سکندرِ اعظم کے زمانے میں جا چکے ہیں اور کبھی واپس آئے بھی تو زمین پر آتے آتے نہ جانے اُنہیں کتنے سال لگ جائیں گے۔"

گارشا نے کہا :

"میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا کہ وقت وقت کا بڑا فرق ہوتا ہے۔ عمران اور شیبا اگر سکندرِ اعظم کے زمانے میں دو سو سال رہ کر بھی واپس آئے تو تمہاری زمین کا صرف ایک دِن ہی گزرا ہوگا۔" سُلطانہ تعجّب سے بولی :

"یہ تُم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا وہ سو دو سو سال تک زندہ رہیں گے ؟"

گارشا مُسکرائی۔ کہنے لگی :

”عمران اور شیبا آج سے سینکڑوں برس پہلے کے زمانے میں جا چکے ہیں اور وہ اِس زمانے کے انسان ہیں۔ وہ جب تک پرانے زمانے میں رہیں گے اُن کی عمر ایک دِن بھی نہیں بڑھے گی۔ وہ جیسے ہیں ویسے ہی رہیں گے۔ سکندرِ اعظم مر جائے گا۔ اُس کے زمانے کے لوگ بُوڑھے ہو جائیں گے مگر عمران اور شیبا ویسے کے ویسے جوان رہیں گے کیوں کہ پرانے زمانے میں جاتے ہی اُن کی عمریں ایک جگہ رُک گئی ہیں۔“

سُلطانہ نے کُچھ اطمینان کے ساتھ کہا:

”یہ تو اچھّی بات ہے لیکن اللہ کرے کہ وہ واپس آ جائیں۔ مگر گارشا! وہ ہماری زمین پر کیوں کر واپس آئیں گے، اگر ایسا ہوا بھی تو وہ تو بُوڑھے گال کے سیّارے کی لیبارٹری میں ہی واپس آ سکتے ہیں۔“

اس پر گارشا نے کہا:

"اس کے بارے میں یقین سے کُچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کیوں کہ روشنی کے ذرّے ہر سیّارے پر موجود ہیں اور عمران اور شیبا روشنی کے ذرّوں کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ اگر کوئی معجزہ ہو گیا تو وہ تمہاری زمین پر بھی کسی جگہ اچانک واپس آسکتے ہیں۔"

سُلطانہ نے کوئی بات نہ کی۔ بس دِل میں اللہ سے دُعا مانگنے لگی کہ اے اللہ میاں! عمران اور شیبا کو جلدی اُن کے ماں باپ کے پاس زمین پر پہنچا دے۔ خلائی جہاز اپنا سفر تیزی سے طے کر رہا تھا۔ سُلطانہ نے کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے کہا:

"گارشا! مُجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ہمارا جہاز خلا میں لٹک کر رہ گیا ہے۔ ایک اِنچ بھی آگے نہیں جا رہا ہے۔"

گارشا نے جواب دیا:

"سُلطانہ! تُم تو طبعیات کی ڈاکٹر ہو۔ تمھیں تو معلوم ہونا چاہیے ہمیں اپنے چلنے اور آگے بڑھنے کا احساس صرف دوسری کسی قریب کی رکی ہوئی چیز کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ ہمیں ٹرین اس لیے چلتی نظر آتی ہے کیوں کہ باہر کے درخت، کھیت اور مکان پیچھے جا رہے ہوتے ہیں، مگر جب تُم ہوائی جہاز میں سفر کرتی ہو تو سوچو کہ باہر کوئی کھیت، درخت اور مکان نہیں ہوتا اس لیے ہمیں احساس ہوتا ہے کہ جہاز فضا میں رُکا ہوا ہے۔ کبھی کبھی بادلوں کی وجہ سے ہمیں احساس ہو جاتا ہے کہ جہاز آگے بڑھ رہا ہے، مگر خلا میں کوئی بادل بھی نہیں ہے۔ ستارے سیّارے ہم سے اربوں کھربوں میل کے فاصلے پر ہیں۔ اس لیے تمھیں احساس ہو رہا ہے کہ خلائی جہاز ایک جگہ لٹک کر رہ گیا ہے، مگر اس ڈائل پر نگاہ ڈالو تو تمھیں معلوم ہو گا ہم اس وقت روشنی کی رفتار سے ایک لاکھ گنا زیادہ تیز رفتار سے خلا میں سفر کر رہے

ہیں۔"

سُلطانہ کا سر چکرا گیا۔ کہنے لگی:

"میں نے فزکس ضرور پڑھی ہے، مگر خلا میں سفر کرنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ جو کُچھ کتابوں میں پڑھا تھا اسے سامنے عملی شکل میں دیکھ کر سر چکرانے لگا ہے۔"

گارشا مُسکراتی رہی اور خلائی جہاز ناقابلِ یقین رفتار کے ساتھ خلا میں اپنا سفر طے کرتا چلا گیا۔ وقت کا وہاں کوئی احساس نہیں تھا۔ نہ دِن تھا، نہ رات تھی۔ نہ کوئی موسم تھا اور نہ کوئی سورج طلوع و غروب ہو رہا تھا۔ اُن کے پاس خوراک کی گولیاں اتنی تھیں کہ اُن کے حساب سے وہ ابھی ایک ماہ تک زندہ رہ سکتی تھیں۔ خلائی جہاز میں ایک گھڑی ضرور لگی تھی جس نے دِن کو زمین کے حساب سے گھنٹوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یہ گارشا نے

سُلطانہ کی مدد سے اِس لیے کیا تھا کہ وہ زمین کی طرف سفر کر رہے تھے۔ اس گھڑی کے حساب سے جب بارہ گھنٹے گزرتے تو باری باری وہ سو کر آرام کرلیتیں۔

اِسی طرح خلائی جہاز میں لگی ہوئی گھڑی کے حساب سے جب اُنھیں دو دِن گزر گئے تو دُور خلا میں پہلی بار ایک نیلا سیّارہ تھوڑا سا جھلملاتا نظر آیا۔ گارشا نے اس سیّارے کو چونک کر دیکھا اور کہا۔ "سُلطانہ وہ دیکھو، یہ تمہارے نظامِ شمسی کا پہلا سیّارہ ہے۔"

سُلطانہ نے غور سے دُھندلے دُھندلے منظر والے سیّارے کو دیکھا۔ گارشا نے کہا :

"یہ تمہارے نظامِ شمسی کے سورج سے بہت دُور لگتا ہے اسی لیے زیادہ نہیں چمک رہا۔"

پھر خلائی جہاز زمین کی گلیکسی میں داخل ہو گیا۔ اب اُنہیں باقی سیّارے بھی نظر آنے لگے جن میں زمین کا سیّارہ بھی تھا۔ یہ سب سیّارے سورج کے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ شوخی سے چمک رہے تھے۔ سورج نے سارے نظامِ شمسی کی فضا کو منوّر کر دیا تھا۔ صرف دُور کے سیّارے دُھندلے اور اندھیرے میں تھے۔ گارشا نے کمپیوٹر کی اسکرین پر نگاہ ڈالی اور کہا:

"یہ سیّارہ تمہاری زمین ہے سُلطانہ! خلائی جہاز کا رُخ بھی اسی سیّارے کی طرف ہے۔"

سُلطانہ نے اپنی زمین کو غور سے دیکھا۔ وہ ایک چھوٹی سی چمکیلی گیند لگ رہی تھی۔ گارشا نے خلائی جہاز کی رفتار بہت کم کر دی تھی۔ کیوں کہ اب خوب صورت زمین کی کشش بھی جہاز کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ دیکھتے

دیکھتے دیکھتے جہاز زمین کی فضا میں داخل ہونے کے بعد زمین کی طرف بڑھنے لگا۔

گارشا پہلی بار زمین کی فضا میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے سُلطانہ سے کہا :

"تمہاری زمین تو بڑی خوب صورت ہے۔ اس پر نیلی اور بھوری دھاریاں ہیں۔"

سُلطانہ اپنی پیاری زمین کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھی۔ کہنے لگی :

"گارشا! تُم زمین پر اُترنے کے بعد اس کی سیر کرو گی تو تمہارا جی خوش ہو جائے گا۔ اگرچہ ہم سائنس میں تُم سے کم ترقّی یافتہ ہیں، لیکن ہمارے لوگ بڑے مخلص اور ایک دوسرے کے لیے ایثار کرنے والے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں۔"

گارشا کی نگاہیں کمپیوٹر کی اسکرین پر جمی تھیں جہاں زمین کے اس خطے پر

رات کا وقت تھا جہاں خلائی جہاز اُترنے والا تھا۔ سُلطانہ اس کی برابر رہنمائی کر رہی تھی اور جہاز کو پاکستان کے کسی علاقے میں اُتارنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ پھر رات کے وقت ایک شہر کی جگمگاتی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ سُلطانہ نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ پاکستان کا کوئی بڑا شہر ہے۔ ضرور کراچی یا اسلام آباد ہو گا۔"

مگر خلائی جہاز اِن روشنیوں کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گیا۔ گارشا نے جہاز کی رفتار کو مزید کنٹرول کیا اور جہاز ایک جگہ آہستہ آہستہ نیچے اُترنا شروع ہو گیا۔ یہ سمندر کا کنارہ تھا۔ کنارے کنارے دُور دُور تک روشنیاں جھِلملا رہی تھیں۔ خلائی جہاز سمندر کے کنارے ایک جگہ بھوری چٹّانوں کے درمیان حفاظت سے اُتار دیا گیا۔ جہاز کے انجن بند ہو گئے۔ گارشا نے دروازہ کھولا تو آکسیجن سے بھری ہوئی تازہ ہوا اندر داخل ہوئی۔ گارشا نے

گہرا سانس لے کر کہا :

"سُلطانہ! تمہاری زمین کی ہوا تو بالکل ہمارے سیّارے جیسی، بلکہ مُجھے لگتا ہے کہ یہ ہوا زیادہ خوش گوار ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں معدنیات کی مقدار ہمارے سیّارے کے مُقابلے میں زیادہ ہے۔"

جہاز کی ساری روشنیاں بُجھا دی گئی تھیں۔ سُلطانہ نے گارشا پوچھا :

"کیا کسی ائیرپورٹ کے کنٹرول ٹاور سے ہمارا رابطہ نہیں ہوا؟"

گارشا دستانے اُتارتے ہوئے بولی :

"ہمارا خلائی جہاز دُنیا کے کسی ریڈار پر نہیں دیکھا جا سکتا۔ کیوں کہ میں نے ایک خاص سسٹم کے ذریعہ سے اِس کی باڈی سے خارج ہونے والی لہروں کو روک دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ائیرپورٹ کو ہمارے لینڈ کرنے

کا علم نہیں ہو سکا۔"

سُلطانہ نے کہا :

"کیا ہمارا جہاز یہاں محفوظ ہو گا۔ کیوں کہ جب تک ہم پروفیسر رضوی اور انسپکٹر شہباز سے بات نہیں کر لیتے ہم کسی کو بتانا نہیں چاہتے کہ ہم ایک خلائی جہاز میں یہاں اُترے ہیں۔"

گارشا نے اپنے دو منزلہ خلائی جہاز پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا :

"کسی کو یقین بھی نہیں آئے گا۔ وہ تو اس جہاز کو بھی کسی دوسرے ترقّی یافتہ مُلک کا جہاز ہی سمجھیں گے۔ چلو اب شہر کی طرف چلتے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے کہاں چلنا ہو گا۔ اس وقت تمہاری دُنیا کے مطابق رات کے گیارہ بج رہے ہیں۔"

سُلطانہ نے کہا :

"ہم سب سے پہلے پروفیسر رضوی سے ملیں گے۔ کیوں کہ وہی ایک ایسی شخصیت ہے جس کو خلا کے بارے میں بہت زیادہ معلومات ہیں۔ وہ میرے اُستاد بھی رہے ہیں۔ شیبا اور عمران نے مُجھے بتایا تھا کہ وہ جانتے ہیں کہ اوٹان سیّارے کی مخلوق ہماری زمین پر تباہی پھیلانے کے لیے یہاں قبرستان والے خُفیہ ٹھکانے میں اُتری ہوئی ہے۔"

"چلو پروفیسر صاحب کے ہاں ہی چلتے ہیں۔"

یہ کہہ کر گارشا سُلطانہ کے ساتھ چلنے لگی۔ وہ بھوری چٹّانوں کے درمیان سے گزر کر اس بڑی سڑک پر آ گئے جو کراچی شہر کی طرف جاتی تھی۔ سڑک بالکل سُنسان نہیں تھی۔ اندھیرا ضرور تھا، مگر کبھی کوئی گاڑی تیزی سے گزر جاتی تھی۔ سُلطانہ نے گارشا سے کہا کہ ہمیں یہاں کسی سے لِفٹ ہی

لے کر جانا ہو گا، کیوں کہ خالی رکشا، ٹیکسی یہاں نہیں مل سکتی۔ گارشا مُسکرا رہی تھی۔ کہنے لگی:

"رکشا، ٹیکسی کیا ہوتی ہے؟"

جب سُلطانہ نے رکشا، ٹیکسی کا نقشہ کھینچا تو گارشا نے سر نفی میں ہلا کر کہا:

"واقعی تُم لوگ سائنس کے میدان میں ابھی بہت پیچھے ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔"

سُلطانہ بولی:

"لیکن ہم محبّت، قربانی اور ایثار کے میدان میں تمہارے سیّارے کی مخلوق سے بہت آگے ہیں۔" وہ سڑک کے کنارے آ کر کھڑی ہو گئیں۔ دُور سے ایک ٹرک کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ سُلطانہ کا خیال تھا کہ کوئی

ٹرک ہو گا۔ یہ ایک ویگن تھی جس میں چند غُنڈے قسم کے آدمی بیٹھے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو رات کو شاہراہ پر نکل کر بھولے بھٹکے لوگوں کو لُوٹا کرتے۔ غُنڈوں نے بھی جب اپنی وین کی روشنی میں ویران سڑک پر دو بے یارومددگار عورتوں کو کھڑے اور گاڑی کو رُکنے کا اشارہ کرتے دیکھا تو غُنڈوں کے سردار نے کلاشنکوف کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا :

"گاڑی روک کر اِن لوگوں کو گاڑی میں بِٹھا لو۔ اگر انکار کریں تو پیچھے ہٹ جانا۔ میں ان دونوں کو شوٹ کر دوں گا۔"

ویگن سلطانہ اور گارشا کے بالکل قریب آ کر رُک گئی۔ ڈرائیور نے کھڑکی کھول دی اور کہا :

"شہر چلنا تو آ جاؤ۔ ہم بھی شہر جا رہے ہیں۔"

سُلطانہ نے غُنڈوں کی شکلیں دیکھیں تو کُچھ ہچکچائی۔ گارشا بولی :

"چلو سُلطانہ۔ یہ لوگ ہمیں شہر پہنچا دیں گے۔"

سُلطانہ نے خلائی زبان میں کہا :

"گارشا! یہ لوگ مُجھے ڈاکو بدمعاش لگتے ہیں۔ اِن سے خطرہ ہے۔"

گارشا نے مُسکرا کر کہا :

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں ایسی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ چلو ویگن میں بیٹھ جاؤ۔"

غُنڈوں کے سردار نے بھی اصرار کیا اور کہا :

"بیٹھ جاؤ بی بی! ہم شریف لوگ ہیں۔"

مگر سُلطانہ نے صاف انکار کرتے ہوئے کہہ دیا :

"نہیں بھائی۔ ہمیں شہر نہیں جانا۔ آپ گاڑی لے جائیں۔" یہ سُن کر غنڈوں کا سردار ہاتھ میں کلاشنکوف لے کر گاڑی سے نکل آیا اور گالی بَک کر بولا :

"نہیں جاؤگی۔ ہم تمہیں زبردستی لے جائیں گے۔"

دوسرے غُنڈے بھی باہر نکل آئے۔ اُن میں کسی کے ہاتھ میں پستول تھا تو کسی کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ سُلطانہ نے گھبرا کر گارشا کی طرف دیکھا۔ گارشا نے اپنی خلائی زبان میں بڑی طنز کے ساتھ ڈاکٹر سُلطانہ سے کہا :

"سُلطانہ! تُم ان لوگوں کی تعریف کر رہی تھیں کہ یہاں کے لوگ بڑے مُخلص اور ہمدرد ہوتے ہیں۔"

غُنڈوں کے سردار نے گارشا کو غُصّے سے کہا :

"کِس زبان میں بات کر رہی ہو؟ چلو گاڑی میں بیٹھو۔"

خلائی لیزر پستول گارشا کی جیب میں تھا۔ غُنڈے نے کلاشنکوف تان لی تھی۔ گارشا نے بڑی نرمی سے کہا :

"بھائی! ہمیں آپ کی گاڑی میں نہیں جانا۔ آپ ہمارے ساتھ زبردستی کیوں کر رہے ہیں؟"

تب سردار غُنڈے نے گارشا کے قدموں کے پاس زمین پر فائر کر دیا۔ گولیاں سڑک پر لگیں اور پتھّر اُڑے۔ اب گارشا کو بھی غصّہ آگیا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے لیزر پستول نکال کر غنڈوں کے سردار کی کلاشنکوف پر فائر کر دیا۔ پستول میں سے لیزر شعاع نکل کر کلاشنکوف پر پڑی

اور اس کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ دوسرا فائر گارشا نے سردار غُنڈے پر جھونک دیا۔ اس بار شُعاع سفید تھی جو صرف بے ہوش ہی کر سکتی تھی۔ غُنڈے کی گردن پر لیزر شعاع لگی اور وہ اُچھل کر گِرا اور بے ہوش ہو گیا۔ ساتھ ہی دوسرے غُنڈوں پر بھی فائر شروع کر دیے۔ اُنہیں اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ اپنے پستول سے فائر کرتے۔ ایک غُنڈے نے پھر بھی گارشا پر پستول چلا دی۔ گولی گارشا کے بازو میں سے دوسری طرف نکل گئی، مگر نہ خُون بہا اور نہ گارشا کو تکلیف ہوئی۔ گولی نے بازو میں جو سوراخ کیا تھا وہ اپنے آپ ٹھیک ہو گیا۔ گارشا نے اس غُنڈے کو بھی فائر کر کے بے ہوش کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں سڑک کے کنارے سارے غُنڈے بے ہوش پڑے تھے۔ گارشا نے سُلطانہ سے کہا:

"کیا تمہیں یہ چھکڑا قسم کی گاڑی چلانی آتی ہے؟"

سُلطانہ مُسکرارہی تھی۔ بولی :

”ضرور آتی ہے۔ گارشا! اگر تُم موقع پر پستول نکال کر فائر نہ کرتیں تو ہماری خیر نہیں تھی۔ یہ لوگ ڈاکو غُنڈے تھے۔ ہماری زمین کے بھی لوگ ایسے نہیں ہیں۔ یہ تو جرائم پیشہ لوگ ہیں اور پولیس اُنہیں پکڑتی رہتی ہے، مگر کیا یہ مر گئے ہیں؟ یہ بھسم تو بالکل نہیں ہوئے۔“

گارشا نے کہا :

”میں نے اُنہیں صرف بے ہوش کیا ہے۔ میں یوں ہی کسی کو ہلاک کرنے کے خلاف ہوں۔“

وہ ویگن میں سوار ہو گئیں۔ سُلطانہ نے انجن اسٹارٹ کیا اور ویگن پروفیسر رضوی کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئی۔ اپنے خوب صورت شہر کی فضاؤں

میں واپس آ جانے سے ڈاکٹر سُلطانہ کو بے حد خُوشی ہو رہی تھی۔ اگرچہ اُسے عمران اور شیبا کے غائب ہونے کا غم بھی تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ اُن کے ماں باپ کو کس طرح کہے گی کہ عمران اور شیبا اُن کے ساتھ نہیں آ سکے۔ یہاں آتے ہی سُلطانہ نے محسوس کر لیا تھا کہ وقت زیادہ نہیں گزرا اور اگرچہ اُس نے خلائی سیّارے میں کئی مہینے بسر کیے ہیں مگر اس کی زمین پر صرف دو تین دِن ہی گزرے ہیں۔ اس کا اندازہ سُلطانہ کو اس بات سے بھی ہو گیا کہ وہ جس موسم میں اپنے شہر سے اغوا کی گئی تھی شہر میں وہی موسم تھا۔ بہت جلد اُسے اِس کا ثبوت بھی مل گیا۔ شاہراہ پر ایک جگہ سڑک کے کنارے گھڑی لگی تھی جس کے حروف روشن تھے۔ اس گھڑی پر وقت، ٹمپریچر، مہینہ اور تاریخ لکھی تھی۔ سُلطانہ کا حیرت سے مُنہ کھُلے کا کھُلا رہ گیا۔

”اُف خُدایا!“ اُس نے گارشا سے کہا۔ ”گارشا! میں دس تاریخ کو یہاں سے اغوا کی گئی تھی اور آج یہاں بارہ تاریخ ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ میں نے تواوٹان سیّارے میں دس گیارہ مہینے گزار دیے، مگر یہاں صرف دو دِن ہی گزرے ہیں۔“

گارشا بولی:

”وقت کوئی شے نہیں سلطانہ! اِس کا تعلّق زمین کی گردش سے ہے۔ جہاں سیّارے کی گردش میں فرق ہو گا وہاں وقت میں بھی فرق آجائے گا۔“

پھر گارشا نے پوچھا۔ ”کیا تُم پہلے اپنے گھر نہیں جاؤ گی؟“

سُلطانہ نے کہا:

”میں اکیلی رہتی تھی۔ میرا وہاں کون ہے۔ میں پہلے پروفیسر رضوی کے

ہاں جاؤں گی تاکہ اُسے حالات سے باخبر کیا جائے۔ پھر عمران اور شیبا کے گھر جا کر اُن کے ماں باپ سے ملیں گے اور تسلّی دیں گے کہ عمران اور شیبا بہت جلد واپس آ جائیں گے۔"

سڑک پر اندھیرا تھا۔ ویگن کی روشنی سڑک پر تھوڑی دُور تک ہی پڑ رہی تھی۔ اچانک سُلطانہ نے بریک لگا دی۔ ٹائروں میں سے چیخ کی آواز نکلی۔

"کیا ہوا؟" گارشا نے پوچھا۔ سُلطانہ کا رنگ اُڑ گیا تھا۔ اس کے ہونٹ خوف سے تھرتھرا رہے تھے۔ گارشا نے گاڑی کے شیشے میں سے سڑک پر نگاہ ڈالی۔ سڑک کے درمیان میں ایک عجیب و غریب ڈراؤنی لاش دونوں بازو اُٹھائے کھڑی تھی۔ اس کے چیتھڑے لٹک رہے تھے اور حلق سے ڈراؤنی آوازیں نکل رہی تھیں۔

پھر کیا ہوا؟

یہ "موت کے شعاعیں" میں پڑھیے۔